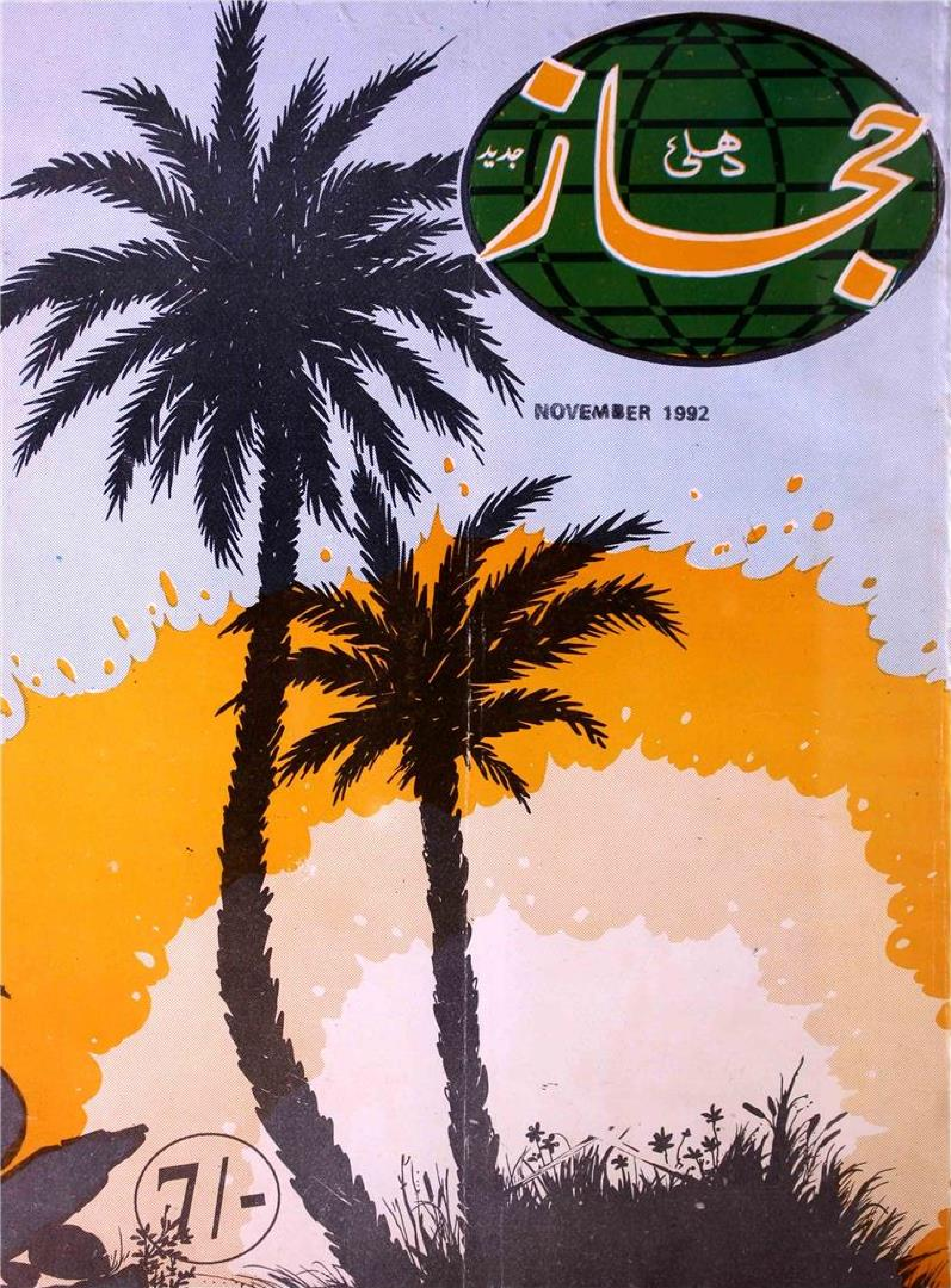
حجاز

جدید

دہلی

NOVEMBER 1992



7/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمانِ دین و دانش

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
مطابق نومبر ۱۹۹۲ء

جلد ۵ شمارہ ۶ فون ۳۲۸۳۱۸۲

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر محمد یٰس اختر مصباحی نے ایس۔ کے آفسیٹ پریس مٹیا محل دہلی ۶ سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ حجاز جدید ۸۸ اسٹریٹ ۱۴۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ سے شائع کیا۔

زرِ اشتراک

سالانہ اعزازی ۱۱۱/- عمومی ۸۰/-
فی شمارہ ۶/-

بیرونِ ملک

پاکستان	۳۰۰/- روپے	عمان	۸/۰ عمانی ریال
سعودی عرب	۸۰/- سعودی ریال	متحدہ عرب امارات	۸۵/- درہم
قطر	۸۵/- قطری ریال	برطانیہ	۲۰/- پونڈ
کویت	۷/۰ دینار	امریکہ	۲۲/- ڈالر
بحرین	۸/۰ دینار		

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

منیجر ماہنامہ حجاز جدید

۴۲۳ مٹیا محل، جامع مسجد۔ دہلی ۶

ڈرافٹ پر صرف حجاز جدید منتھلی لکھیں

HIJAZ JADEED MONTHLY

کاروانِ حجاز

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

حمید الزمان جلالپوری

تحفظِ بابری مسجد کی سرگرم کوششیں

اداریہ

یٰس اختر مصباحی

یکم فروری ۱۹۸۶ء سے آج تک کی تحفظ بابری مسجد کی تاریخ مسلمانانِ ہند کی بہت سی جانی و مالی قربانیوں پر مشتمل ہے۔ اور انھوں نے پوری طاقت و توانائی کے ساتھ بابری مسجد پر ہونے والے حملوں کا دفاع کیا ہے، مجموعی طور پر عوام و خواص دونوں کی مخلصانہ قربانیاں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ اور ادھر تقریباً سال بھر سے انھوں نے جس حکمت و دانائی اور فہم و فراست مومنانہ کا ثبوت دیا ہے اس کی جتنی بھی تعریف و ستائش کی جائے وہ کم ہے۔ آئینی و قانونی جنگ ہی مسلمانوں کے حق میں زیادہ مفید بھی ہے۔

لیکن اس تحریک کا ایک تاریک پہلو یہ ہے کہ اپنی سیاست و شہرت کی خاطر بعض معروف مسلم لیڈروں نے مسلم جذبات کا استحصال کرتے ہوئے اجودھیا مارچ اور تقریبات ۲۶ر جنوری کے بائیکات جیسا غیر دانش مندانہ اور نقصان دہ نعرہ لگا کر مسلم عوام کو سڑکوں پر لا کھڑا کر دیا۔ اور اپنے سیاسی قد و قامت کو بلند کرنے کے لئے اشتعال انگیز بیانات اور قراردادوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ جس نے پوری مسلم قوم کو شدید اضطراب و بے چینی اور طرح طرح کی مشکلات و خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔

حالات کے تیور بتا رہے ہیں کہ امریکہ کی سی آئی اے۔ اسرائیل کی موساد اور بھارت کی آر ایس ایس کے درمیان کوئی نہ کوئی خفیہ معاہدہ ضرور ہو چکا ہے جس کے ذریعہ وہ پورے ہندوستان کے اندر ہندو مسلم ٹکراؤ کا ماحول پیدا کر کے اپنی سیاسی فضا ہموار کریں اور بھارتیہ جنتا پارٹی کو رفتہ رفتہ دلی کے تخت و تاج کا مالک بنا دیں۔ گویا وہ اپنے منصوبہ کے مطابق اپنی سازش کا بیج بو چکے ہیں جس کا پودا اُگ کر لہلہا رہا ہے۔ اب صرف اس کے پکنے اور مناسب موقع پر فصل کاٹنے کا انتظار ہے

بجرنگ دل، وشو ہندو پریشد، اور بھارتیہ جنتا پارٹی کی بھرپور کوشش ہے کہ سیاسی اور تاریخی طور پر اپنے مکروہ پروپگنڈہ کے ذریعہ ہندو عوام کے دلوں میں نفرت کا یہ زہر بھر دیں کہ مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک ہندوستان پر حکومت کر کے ان کے دھرم ان کی تہذیب اور ان کے رسم و رواج کو بدل ڈالنے کی لگاتار جدّ و جہد کی ہے۔ ان کی عبادت گاہوں کو جگہ جگہ مسمار کر کے ان پر اپنی مسجدیں بنا ڈالی ہیں۔ ان کے اندر ہندوستان سے وفاداری کا کوئی جذبہ نہیں۔ ہندوستان کو تقسیم کر کے پاکستان بنا لینے کے بعد اب وہ پاکستان ہی کو اپنا مرکز امید اور مضبوط قلعہ سمجھتے ہیں۔ اور ان کا ہر قدم بھارتی مفادات کو ضرب پہنچانے کے لئے اٹھتا ہے۔

ایسے نازک موقع پر ہماری دور اندیشی کا تقاضا ہے کہ انتہا پسند ہندو عناصر کی سازشوں کا شکار ہونے کی بجائے ان کی سازشوں کو اپنی حکمتِ عملی سے ناکام بنا کر اپنی فراستِ مومنانہ کا ثبوت دیں۔ اور کمالِ دانش مندی کے ساتھ ان کی خفیہ تدبیروں کو اُلٹ کر ان کے بڑھتے ہوئے قدم کو روک دیں۔ اور ان کی جارحانہ فرقہ پرستی کو عریاں کر کے ہندوستانی عوام کے سامنے انھیں بساطِ سیاست کے پٹے ہوئے مہرے بنا ڈالیں۔

بابری مسجد کا مسئلہ اتنا حساس ہے کہ کانگریس۔ جنتا دل اور سماج وادی جنتا دل کی حکومتیں اپنی غیر واضح اور مذبذب روش کی بنا پر سیاسی اقتدار سے محروم ہو چکی ہیں۔ اب پھر کانگریس برسرِ اقتدار ہے۔ موجودہ وزیر اعظم مسٹر نرسمہا راؤ نے ۱۵ر اگست ۹۲ء کو لال قلعہ کی فصیل سے بابری مسجد کے تحفظ کا جو اعلان کیا ہے۔ اس پر ثبات اور

منفی ہر طرح کا رد عمل سامنے آرہا ہے ۔ مسلم علماء و قائدین اور سادھو سنتوں سے اگست ۹۲ء اور ستمبر ۹۲ء میں پچاسوں ملاقاتیں وزیر اعظم خود کر چکے ہیں ۔ اور مسٹر چندر شیکھر کے دور میں جس طرح فریقین کے ذمہ داروں کے درمیان مذاکرات ہو چکے ہیں اسی طرز پر اکتوبر ۱۹۹۲ء میں دوبارہ مذاکرات کا آغاز ہو چکا ہے ، ہندوستانی عوام کی خواہش تو یہی ہے کہ یہ مذاکرات کسی ایسے حل کا پیش خیمہ بن جائیں جو فریقین کے لئے قابل قبول ہو مگر کچھ ایسے مفاد پرست سیاسی عناصر بھی ہیں جو ان مذاکرات کو کسی بھی قیمت پر کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہوا نہیں دیکھنا چاہیں گے ۔ اس مسئلہ کا زندہ اور جاری رہنا ہی ان کی سیاست و شہرت کے لئے ضروری ہے ۔ اور ایسا لگتا ہے کہ دلی پر حکمرانی کا خواب دیکھنے والی بھارتیہ جنتا پارٹی بھی خانہ ساز حیلوں اور بہانوں کی بنیاد پر مسئلہ اجودھیا کو زندہ اور باقی رکھنا چاہتی ہے ۔ اس لئے ان مذاکرات کے نتائج کے سلسلے میں زیادہ پر امید ہونا بھی ایک طرح کی خوش فہمی اور شاید خود فریبی ہی ہوگی ۔ تاہم ـــــ ؎ دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا

۸ر جولائی ۱۹۹۲ء کو سلطان صلاح الدین اویسی ایم ۔ پی چیرمین آل انڈیا بابری مسجد ایکشن کمیٹی کی رہائش گاہ (۳۴ ۔ اشوک روڈ ۔ نئی دہلی) پر ایکشن کمیٹی کی ایک میٹنگ ہوئی ۔ جس میں مجھے بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی ۔ میٹنگ کے بعد ایک وفد کی شکل میں اسی روز وزیر اعظم مسٹر نرسمہاراؤ سے ملاقات بھی ہوئی جس نے بابری مسجد کے تعلق سے اپنے موقف کو واضح کیا ۔ صلاح الدین اویسی ایم پی ، ظفریاب جیلانی ، جاوید حبیب ، اور یٰسین اختر مصباحی وفد میں شامل تھے ۔

۲۷ر جولائی ۹۲ء کو بھی اویسی صاحب کی رہائش گاہ پر ہونے والی ایک میٹنگ کے بعد ظفریاب جیلانی ۔ جاوید حبیب اور یٰسین اختر مصباحی کی وزیر اعظم سے ایک تفصیلی ملاقات ہوئی ۔

وزیر اعظم کی خصوصی دعوت پر علامہ ارشد القادری اور یٰسین اختر مصباحی کی ان سے اگست ۹۲ء اور ستمبر ۹۲ء میں تین ملاقاتیں ہو چکی ہیں ۔ ۔ ار اگست ۔ ۳۰ر اگست اور ، رستمبر کو ہونے والی یہ ملاقاتیں اس اعتبار سے بے حد اہم ہیں کہ پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ ہم نے وزیر اعظم کو مسلمانانِ ہند کا یہ موقف بتلا دیا کہ اس مسئلہ کا واحد حل یہ ہے کہ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء سے پہلے کی پوزیشن میں لاکر بابری مسجد مسلمانوں کے مکمل اختیار و تصرف میں دی جائے ۔ یہ حل اگر منظور ہے تو دوسرے متعلقہ مسائل کے بارے میں شرعی حدود کے اندر علماء کرام سے تبادلۂ خیال کے بعد کوئی گفتگو کی جا سکتی ہے ۔ اور آپ کی خواہش کے مطابق اس مسئلہ کے عملی حل کے لئے ہم آپ کی جائز مدد بھی کر سکتے ہیں ۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ مسلم پرسنل لا کی تحریک کو مسلمانانِ ہند کے درمیان عام کر کے حکومتِ ہند کو پارلیمنٹ کے اندر ایک بل لانے کے سلسلے میں کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس نے بڑا اہم اور تاریخی کردار ادا کیا ہے ۔ شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں علمائے اہلسنت نے اپنی تقاریر و بیانات کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر ایک نئی روح پھونک دی تھی ۔ بمبئی ، کلکتہ ، کانپور ، ناگپور وغیرہ میں بے شمار جلسے ہوئے اور جلوس نکالے گئے ۔ اس سلسلے میں مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کی شعلہ بار خطابت نے پورے ہندوستان میں دھوم مچا دی تھی ۔ مولانا محمد ادریس بستوی کو اسی طرح کی تقاریر کے نتیجہ میں ۱۹۸۶ء ہی میں ایک بار جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑا تھا ۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں علامہ ارشد القادری کی قیادت میں سیوان بہار کے اندر عظیم الشان اور تاریخ ساز مسلم پرسنل لا کانفرنس ہوئی ۔ ۲۰ر فروری ۱۹۸۶ء میں لکھنؤ کے اندر مسلم پرسنل لا اور بابری مسجد کے تحفظ کے لئے تین سو تیرہ علماء و مجاہدین نے مسلم پرسنل لا کانفرنس کے پلیٹ فارم سے گرفتاری دی ۔ مسلم پرسنل لا کانفرنس کے وفد کی سابق وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی ۔ سابق وزیر قانون مسٹر اشوک سین اور مسٹر نرائن دت تیواری وغیرہ سے ملاقاتیں بھی ہوئیں ۔ علامہ ارشد القادری ، مولانا عبید اللہ خاں اعظمی اور یٰسین اختر مصباحی نے اپنی ملاقاتوں میں ان حضرات کو مسلمانانِ ہند کے موقف سے بار بار آگاہ کیا تھا ۔ اور اس قابل رشک کامیابی کا تو کوئی جواب نہیں کہ حاجی عبد الغفار نوری اندوری و مفتی حبیب یار خاں نوری اندوری کی کوششوں سے شاہ بانو نے اپنا توبہ نامہ شائع کرایا جس کا ذکر خود اس توبہ نامہ میں بھی ہے ۔ واضح رہے کہ مذکورہ دونوں حضرات مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ بھی ہیں ۔ مولانا سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی اور مولانا ظہیر الدین خاں رضوی و دیگر علماء اہلسنت نے بمبئی وغیرہ میں جو خدمات انجام دیں انھیں کون فراموش کر سکتا ہے ۔

مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی ایکشن کمیٹی کے چیئرمین مولانا محمد ادریس بستوی جوائنٹ کنوینر اور مولانا محمد یٰسین عثمانی بدایونی سرگرم ممبر ہیں۔ یو۔پی کے اندر ضلعی و شہری سطح پر جو لوگ بابری مسجد کے تعلق سے سرگرم ہیں ان میں سے بیشتر حضرات اہلسنّت و جماعت ہی کے افراد ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ ہماری کچھ غفلتوں کا ناجائز فائدہ اٹھا کر ملّی و قومی سطح پر ۱۹۴۷ء کے بعد سے وہ مفاد پرست علماء قیادت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں جنھیں کانگریس نے اپنی کاسہ لیسی کے لئے اب تک پال رکھا ہے۔ اور وہ اتنے تنگ نظر ہو چکے ہیں کہ علماء اہلسنت کی کوئی پیش قدمی انھیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ چنانچہ مولانا احمد علی قاسمی جنرل سکریٹری مسلم مجلس مشاورت کا یہ ایک تازہ انٹرویو ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔ کیا وزیر اعظم آپ لوگوں کے علاوہ بھی کچھ لیڈروں سے مل کر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں!

جواب:۔ ہاں! وہ جاوید حبیب کی وساطت سے بریلوی علماء کو ہموار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر وہ بات کس مرحلہ میں ہے نہیں بتا سکتے۔ لیکن گفتگو چل رہی ہے۔ دوسری کوشش شیعہ علماء سے ہو رہی ہے۔ لیکن اب تک شیعہ علماء کا رویہ ہم لوگوں کے حق میں ہے۔ حالانکہ ان لوگوں سے خطرہ زیادہ تھا۔ لیکن ان کا رول صحیح ہے۔

(ص ۹۔ ہفت روزہ ہمارا قدم نئی دہلی۔ یکم اکتوبر تا ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

اس سوال و جواب کا تجزیہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ وزیر اعظم اپنے پروگرام کے مطابق دیوبندی علماء۔ بریلوی علماء اور شیعہ علماء سے گفتگو کر رہے ہیں۔ اصل اور صحیح نمائندگانِ مسلمین تو دیوبندی علماء ہیں۔ لیکن دو طبقے اور بھی ہیں بریلوی اور شیعہ۔ ان میں شیعہ علماء سے زیادہ خطرہ تھا لیکن ان کا رول صحیح ہے۔ لیکن یہ خطرہ بریلوی علماء سے زیادہ پیدا ہو گیا ہے کیونکہ وزیر اعظم انھیں ہموار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مسلم مجلس مشاورت کے آفس سکریٹری سے جنرل سکریٹری بن جانے والے مولانا احمد علی قاسمی کے ان فاسد خیالات کی عمارت بھی کتنی کمزور بنیاد پر کھڑی ہوئی ہے کہ "مگر وہ بات کس مرحلہ میں ہے نہیں بتا سکتے" یعنی ان حضرت قاسمی کو اگرچہ یہ نہیں معلوم کہ کیا بات ہو رہی ہے اور کس مرحلہ تک پہنچی ہوئی ہے مگر فیصلہ یہ صادر فرما رہے ہیں کہ وزیر اعظم "بریلوی علماء کو ہموار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

بدگمانی کے یہ جراثیم بلاوجہ نہیں ہوئے ہیں۔ بات انھوں نے "بریلوی علماء" سے شروع کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی متعصب مولوی یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ بریلوی علماء وزیر اعظم سے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ ملاقات کریں؟

یہ حقیقت کسے نہیں معلوم کی مولانا احمد علی قاسمی جمعیۃ العلماء کی اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جس کے اکابر تقسیم ہند کے بعد عالم عرب میں اس خدمت پر مامور ہوا کرتے تھے کہ وہ بااثر شخصیات اور شیوخ و علماء سے ملاقاتیں کر کے ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق سے مطمئن کریں۔ اور انھیں بتلائیں کہ ہندوستان میں ـــــ "سب خیریت ہے۔"

اور شاید مولانا احمد علی قاسمی کو یہ یاد نہیں رہا کہ شیلانیاس کے بعد سرکاری تحویل میں لے کر انھیں اجودھیا بھیجا گیا تھا۔ اور واپس آ کر انھوں نے پوری ڈھٹائی سے بیان دیا تھا کہ وہاں ـــ "سب خیریت ہے"۔ اور پھر دلّی کے مسلمانوں کے خوف سے وہ ایک عرصہ تک فرار اور روپوش رہے۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلقِ سلیماں چادر زہرا

مسلم پرسنل لاء کانفرنس نے اپنی مختصر سی تاریخ میں حق گوئی کا جو فریضہ انجام دیا ہے اس کی موجودہ ملی تنظیموں کے اندر مشکل ہی سے کوئی مثال مل پائے گی۔ چنانچہ شاہ بانو کیس میں پارلیمنٹ میں جب بل پاس ہوا تو اس کے اندر پائے جانے والے شرعی نقص کے خلاف مسلم پرسنل لاء کانفرنس نے ایک پوسٹر دلّی کے اندر تقسیم کرایا اور اسے دیواروں پر چپاں بھی کرا دیا گیا تھا جس کے نتیجہ میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مبارکبادی کا سلسلہ یکلخت رک گیا۔ علامہ ارشد القادری نے اپنے مضامین کے ذریعہ اس کی خامیوں کی نشاندہی فرمائی۔ اور روزنامہ آزاد ہند کلکتہ وغیرہ نے مسلم پرسنل لاء کانفرنس کے تائیدی حوالہ سے اختلافی اداریے بھی لکھے۔

ابھی مئی ۱۹۹۲ء میں پارلیمنٹ کے اندر م۔ افضل ایڈیٹر ہفت روزہ اخبار نو دہلی و ممبر پارلیمنٹ کی تقریر کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیں جو اخبار نو کے شمارہ جون ۹۲ء سے یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

محترم وائس چیئرمین صاحب! میں سیتارام کیسری صاحب اور مرکزی حکومت کو مبارکباد دینے سے پہلے اس ریاست کے وزیر اعلیٰ کو مبارکباد دینا چاہوں گا جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے اپنی ریاست کے اندر اقلیتوں کے کمیشن کو قانونی درجہ دیا اور وہ ریاست ہے بہار جہاں پر ہمارے لالو پرشاد یادو نے ۲ر اگست ۱۹۹۱ء کو اقلیتوں کے کمیشن کو قانونی درجہ دیا۔ میں مرکزی حکومت کو بھی اس بات کی مبارکباد دینا چاہتا ہوں خصوصاً سیتارام کیسری صاحب کو جو یہ بل لے کر آئے ہیں، لیکن ان کے لئے مبارکباد آدھے دل سے ہے۔ آدھے دل سے میں یہ مبارکباد دے رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سیتارام کیسری ایک بہت ہی اچھا بل لانا چاہتے تھے۔ لیکن جب بل ہمارے سامنے آیا تو اس میں وہ بات نظر نہیں آئی۔ اس میں سیتارام کیسری صاحب کے جذبات نظر نہیں آئے۔ اس بل میں بہت ساری کمیاں ہیں۔ میں اگر یہ کہوں کہ یہ بل اس طرح سے لایا گیا ہے جیسے شاہ بانو کیس کے اندر مسلم ویمن بل آپ لائے تھے اور اس کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا رکانفرنس نے کہا تھا کہ یہ لولا لنگڑا بل لے کر آئے ہیں اور اس سے وہ مقصد حاصل نہیں ہونے جا رہا ہے جو اس وقت صحیح معنوں میں مطالبہ تھا۔ میں اس وقت بھی یہی کہوں گا کہ یہ بل اس حیثیت سے نہیں آیا ہے جس حیثیت میں اس کو آنا چاہئے تھا۔ یہ میری نظر میں ایک کمزور بل ہے، میں اس کو لولا لنگڑا تو بالکل نہیں کہوں گا لیکن یہ میرے نزدیک کمزور بل ہے جو بہت زیادہ اختیارات کمیشن کو نہیں دیتا ہے۔ قانونی پابندیاں اس کی بہت کمزور ہیں۔

(اقلیتی کمیشن پر راجیہ سبھا میں م۔ افضل کی تقریر۔ مئی ۹۲ء)

۱۵ر جولائی (۱۹۹۲ء) کو جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ ایم پی صدر انڈین یونین مسلم لیگ کی رہائش گاہ (۷، ربلونت رائے مہتہ لین۔ نئی دہلی) پر ایک بے حد اہم اور نمائندہ میٹنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کے ہر سیاسی و مذہبی گروپ کے ممتاز حضرات شریک تھے۔ آل انڈیا بابری مسجد ایکشن کمیٹی اور رابطہ کمیٹی میں اتحاد کے سلسلے میں یہ میٹنگ بلائی گئی تھی۔ باضابطہ مدعوئین میں مولانا عبید اللہ خاں اعظمی اور یٰسین اختر مصباحی بھی تھے۔

اس میٹنگ میں کافی بحث و تمحیص کے بعد آخر میں یہ طے پایا کہ چند نمائندہ افراد کی دوسری میٹنگ کل ۱۶ر جولائی کو سلطان صلاح الدین اویسی ایم پی کی رہائش گاہ پر رکھی جائے اور وہیں کوئی فیصلہ کرلیا جائے۔

۱۶ر جولائی کو سلطان صلاح الدین اویسی ایم پی کی رہائش گاہ پر جو میٹنگ ہوئی اس کے شرکاء یہ تھے۔ سلطان صلاح الدین اویسی ایم پی۔ صدر مجلس اتحاد المسلمین۔ ابراہیم سلیمان سیٹھ ایم پی صدر مسلم لیگ۔ سید شہاب الدین ایم پی کنوینر بابری مسجد رابطہ کمیٹی۔ سیف الدین سوز ایم پی۔ نیشنل کانفرنس۔ جاوید حبیب ممبر ترجمان ایکشن کمیٹی۔ مولانا سراج الحسن امیر دعوت اسلامی۔ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی۔ مولانا اسرار الحق قاسمی سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند۔ مولانا شفیع مونس۔ یٰسین اختر مصباحی نائب صدر مسلم پرسنل لا رکانفرنس۔

اضطراب و بے چینی کا سلسلہ خصوصیت کے ساتھ ۱۶ر جولائی کی مذکورہ اہم میٹنگ سے شروع ہوا اور پھر وزیر اعظم سے ہماری کئی ملاقاتوں کی خبر نے بہت سے پرانے ٹھیکیداروں کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ اور ان کی اندرون خانہ سازشوں کا جال تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ہم بھی کمر بستہ ہیں۔ اور ان کی سازش کو انشاء اللہ ناکام بنانے کا اپنے اندر حوصلہ اور صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

ہندوستان میں سیاسی طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ عوامی اور افرادی قوت میں ہم ان سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ جس کے ذریعہ ہم بابری مسجد کا بھی تحفظ کریں گے اور اہلسنت کے وقار کا بھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(بقیہ صفحہ ۴۹ کا)

انتہائی وجد آفریں انداز میں دونوں مقدس کتابوں کا ورد کیا جاتا ہے، قصیدہ بردہ شریف اور مولود برزنجی شریف دونوں کے آخری حصے کو پڑھ کر پیدائش کا ذکر ہوتا ہے اور لوگ کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر روح اتنی سرشار ہو جاتی ہے کہ دل مچل جاتا ہے پھر اختتامیہ دعائیہ کلمات برزنجی شریف ہی کے ہوتے ہیں۔

جہاں مذہب کو قدامت پسندی اور بنیاد پرستی کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے ایسے ماحول میں ان پاکیزہ رسموں کا اجراء اور جگہ جگہ انعقاد یقیناً ایک اچھے مستقبل کی نشاندہی کرتا ہے۔

شہنشاہ انبیاء اور قیصر روم

بدر القادری مصباحی، دی ہیگ، ہالینڈ

غالباً وہ یکم ۶ھ/۱۱ جولائی ۶۲۷ء کا ایک تاریخ ساز، عہد آفریں اور روشن و منور دن تھا۔ جب رسول رحمت سراپا برکت، خاتم النبیین حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مقدس جماعت صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مجمع میں، خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اسلام کو عالمگیر نظام حیات کے طور پر، برپا کرنے کے اقدامات میں سے ایک اہم اقدام کا خطبہ، جلال و سطوت نبوت کو وقت کی عالمی شہنشاہی قوتوں کے عیار پر رکھ کر، خدائی دین، اور الٰہی نظام کو برتر و بالا ثابت کرنے کا خطبہ۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تم لوگوں پر رحم کرے۔ تم لوگ میری طرف سے کام سرانجام دو، کسی اختلاف میں مبتلا نہ ہونا، جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) کے حواری اختلاف کا شکار ہو گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی کام کے لئے اپنے حواریوں سے مطالبہ کیا تھا۔ جس حواری کو دور دراز مقام پر بھیجنا چاہتے تھے، اسی نے جانے میں تامل کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حضور شکایت پیش کی۔ رب تعالیٰ کے حکم سے یہ معجزہ رونما ہوا کہ، شب بھر میں جسے جس جگہ بھیجنا چاہتے تھے، اسے اس علاقہ کی زبان آگئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا۔ رب تعالیٰ ارادہ فرما چکا ہے کہ تم لوگ اس کام کو سرانجام دو۔[1]

رسول خدا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں باز صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم لوگ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے سربکف ہیں۔ آپ جہاں چاہیں، ہمیں جانے کا حکم فرمائیں۔

رسول اللہ کے قاصد

چنانچہ رسول اللہ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ حکمرانوں کے نام ایک ہی دن ـــ اسلامی دعوت کے مکتوبات اپنے سفراء کے ذریعہ روانہ فرمائے۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی کو
قیصر شاہ روم کے پاس

۲۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو
نجاشی بادشاہ حبشہ (ایتھوپیا، افریقہ) کے پاس

۳۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو
کسریٰ خسرو پرویز۔ شاہ ایران و عراق کے پاس

۴۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو
مقوقس حاکم اسکندریہ (مصر) کے پاس

۵۔ حضرت سلیط بن عمرو عامری کو
رؤسائے یمامہ کے پاس

[1] تاریخ طبری ج ۳ ص ۸۵

۶۔ حضرت شجاع بن وھب الاسدی کو[۱]

حارث غسانی، رئیس حدود شام کے پاس

مسور بن مخرمہ کی روایت میں انھیں چھ حضرات کے ساتھ حضرت علاء بن حضرمی کا نام بھی آیا ہے۔ جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمان کے دونوں حکمرانوں جیفر و عباد جلندی کے پاس اپنا مکتوب گرامی دے کر روانہ فرمایا تھا۔ اسی روایت میں ابن مخرمہ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ مذکورہ بالا چھ سفراء تو حضور کی حیاتِ ظاہری ہی میں واپس مدینہ پہنچ گئے تھے۔ مگر حضرت علاء ابھی بحرین میں تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔[۲]

سیرت کی کتابوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ ان سات کے علاوہ

۸۔ حضرات مہاجر بن ابو امیہ بن حارث اور جریر کو

ذو الکلاع کے پاس

۹۔ حضرت سائب کو مسیلمہ کذاب کے پاس روانہ فرمایا[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے قبل کسریٰ اور نجاشی اور ہر سرکش حکمراں کے پاس اپنے مکتوبات گرامی روانہ فرمادیئے تھے۔ ان مکتوبات میں آپ نے ہر ایک کو دین حق کی دعوت دی تھی۔[۴]

حضرت جابر رضی اللہ نے فرمایا:

"رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال سے پہلے، کسریٰ اور قیصر اور دوسرے سرکش حکمرانوں کو خطوط کے ذریعہ اسلام کی دعوت پیش فرمائی۔"

اعجازِ نظر مذکورہ بالا چھ سفراء رسول جن کے اسمار گرامی سیرت و حدیث کی تمام کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان سب کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن روانہ فرمایا۔ ارادۂ سفر سے پہلے یہ لوگ جہاں کے لئے روانہ ہو رہے تھے وہاں کی زبان سے ناواقف تھے مگر۔ رسول اعظم واکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جب آمادۂ سفر ہوئے تو روانگی سے قبل کی رات سو کر اٹھے تو سب کے سب اپنے اپنے مقام سفر کی زبانوں میں گفتگو کر سکتے تھے۔[۵] یقیناً یہ اعجاز نظر تھا سیدنا محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ــــ جنھوں نے پتھر کو پارس، اور ذرۂ خاک کو عروجِ افلاک عطا فرمادیا۔

ہمہ گیری رسالت اسلام کی ترقی اور فروغ کے تاریخی عوامل پر غور کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی عالمگیریت کا دور شروع ہوتا ہے۔

آپ نے ۶ھ بمطابق ۶۲۸ء میں صلح حدیبیہ کے ذریعہ دشمنانِ مکہ سے دس سال کا معاہدۂ امن پختہ کیا تھا۔ جو قرآنی زبان میں "فتحاً مبیناً" سے تعبیر ہے۔ اس سلسلہ میں ہم عالمی تاریخی حالات پر روشنی ڈالنے سے پہلے رسول اعظم واکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالمگیر اور قیامت تک کے لئے بنی نوع بشر کا نجات دہندہ ہونے کے قرآنی ارشادات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں جن سے ثابت ہے کہ آپ کل خدائی کے نبی ہیں۔ اور آپ ہی خاتم الرسل ہیں۔

سورہ اعراف میں ہے۔

قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً الذی لہ ملک السموات والارض ، لا الٰہ الا ھو[۶]

تم فرماؤ! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۱؎ ابن ہشام، باب خروج رسول اللہ الی الملوک

۲؎ اخرج الطبرانی عن المسور بن مخرمۃ، قال الھیثمی فیہ محمد بن اسماعیل بن عیاش وھو ضعیف، کذا فی المجمع ج ۵ ص ۳۰۶

۳؎ احادیث کی تقریباً تمام معتبر کتابوں میں مذکورہ بالا ۶ قاصدین رسول کا ایک ہی روز روانہ ہونے کا ذکر ملتا ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اور دیگر سفراء رسول کی دیگر مواقع کی روانگیوں کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ کذا قال الحافظ فی الفتح ج ۸ ص ۸۹

۴؎ البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۲۶۲

۵؎ طبقات ابن سعد ج ۱ جزء ۳ ص ۲۵۸

۶؎ القرآن ۔ الاعراف ۷؍۱۵۸

سورۂ انبیاء میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [1]

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

سورۂ فرقان کے شروع میں ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا [2]

بڑی برکت والا ہے کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو۔

سورۂ سبا میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ [3]

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

سورۂ کوثر کی یہ آیت بھی دست رسول پر کل عالمی فتوحات کی طرف اشارہ کرتی ہے جیسا کہ بعض تفاسیر سے ظاہر ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ [4]

اے محبوب بے شک ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

تاریخی عوامل

۶ھ/۶۲۸ء میں صلح حدیبیہ کے بعد محبوب خدا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ہمہ گیر نبوت و رسالت کے پیغامات اس دور کے اکثر حکمرانوں بادشاہوں ــــ اور دنیا کی سطح پر تمرد کے ساتھ حکومت کرنے والوں تک پہنچائے۔

اس زمانے میں دنیا کے نقشہ پر روم و فارس کی دو طاقت ور حکومتیں تھیں ــــ جنہیں موجودہ دور کے امریکہ اور روس سے تشبیہ دی جاسکتی ہے ــــ روم اور فارس کے مطلق العنان بادشاہ جو خیر و شر کے دو الگ الگ خدا مانتے تھے ــــ کسریٰ نے ۶۲۱ء میں روم کے علاقوں پر حملہ کرکے شام، مصر اور ایشیائے کوچک پر قبضہ کرلیا تھا ــــ یہ وہی دور ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مصائب کفار سے تنگ آکر رب تعالیٰ سے ہجرت کی اجازت کے منتظر تھے۔

ہم جس روما یا روم کا ذکر کر رہے ہیں وہ اس زمانے کے اٹلی کا دارالسلطنت نہیں ہے بلکہ بازنطین حکومت (BYZANTINE) کو اس دور میں اس نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس حکومت روما اور کسرائے ایران دونوں کی سرحدیں عرب کے شمال میں دریائے دجلہ و فرات پر آکر ملتی تھیں۔ یہ بیزنطینی حکومت چوتھی صدی عیسوی میں دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس کے مشرقی حصے میں کونسٹنٹائن نے ۳۲۶ء میں اپنے تمام مشرقی خطوں کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک شہر جدید کی بنیاد رکھی جسے قسطنطنیہ کہتے ہیں۔ بعد میں جس کو استنبول کہا جانے لگا۔ اس بادشاہ کو قیصر (Caesar) کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ دور نبوی کی تاریخوں میں اسی علاقے کا ذکر ملتا ہے۔ اس مشرقی بازنطین یعنی قیصر روم کی حکومت ایشیائے کوچک، مصر، شام فلسطین وغیرہ ممالک پر مشتمل تھی۔ ایرانی بادشاہ کسریٰ نے بادشاہ روم ہرقل (HERACLIUS) پر متواتر حملے کرکے جب اسے شکست دی اور اس کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا ــــ تو کفار مکہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاندت اور مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھے۔ خسرو پرویز بادشاہ ایران کے ہاتھوں رومی سلطنت کی شکست پر خوشیاں منائیں ــــ

یہ وہی زمانہ تھا جس وقت مشرکین مکہ نے متفقہ طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ اور بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں نظر بند کر رکھا تھا۔

مشرکین مکہ کو ایران سے باطل پرست اور مشرک ہونے کے ناطے اپنائیت تھی ــــ اور عیسائی قوم جو اگرچہ تحریف و تنسیخ کا شکار تھی مگر ان میں وحی خدا۔ پیغمبر اور آخرت کا تصور موجود تھا اس لئے

---

[1] القرآن ۔ الانبیاء ۲۱/۱۰۷
[2] ۔ ۔ الفرقان ۲۵/۱
[3] ۔ ۔ السبا ۳۴/۲۸
[4] ۔ ۔ الکوثر ۱۰۸/۱

ان کی شکست کو اسلام ہی جیسے ایک آسمانی مذہب کی شکست تصور کر کے وہ بہت خوش تھے۔ اور ان کا قیاس فاسد تھا کہ جس طرح اہل فارس مجوسی رومی اہل کتاب کو آج شکست دے رہے ہیں۔ ہم بھی پیغمبر اسلام اور ان کے پیروؤں کو فنا کر دیں گے۔

قدرت کی کرشمہ سازیاں

کسریٰ خسرو پرویز بادشاہ ایران قیصر روم پر جس طرح متواتر چڑھتا جا رہا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے شکستہ بازوؤں میں کبھی وہ قوت وطاقت آئے گی — کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کی بازیافت کر پائے گا۔ عراق شام مصر کو اپنے زیر اقتدار لانے کے بعد ایرانی فوج جو ایک طرف ایشیائے کوچک کو پامال کر رہی تھی — اور ۶۱۶ء تک تمام مشرقی بڑے بڑے علاقوں پر ایران قابض ہو چکا تھا۔ اس کے حوصلے اتنے بلند ہو چکے تھے کہ روم کا مشرقی دار السلطنت قسطنطنیہ بھی خطرے کی زد میں تھا۔

تقویم عالم کے یہ وہی شب وروز ہیں جب سرزمین مکہ پر خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ ابو طالب کی گھاٹی میں محصور، قید و بند، اور مظلومیت کی سانسیں لے رہے تھے ان کا باہر کی دنیا سے بازار مکہ اور آبادی کے لوگوں سے ہر قسم کا رابطہ کاٹ دیا گیا تھا۔ خرید و فروخت۔ لین دین۔ رسم ورواج، بات چیت تک پر پابندیاں لگی ہوئی تھیں — مکہ کے مشرکین اپنے کفر و شرک کی قوت سے توحید ورسالت کی آواز کو بایں ظلم وتشدد شعب ابی طالب میں دفن کر دینا چاہتے تھے قبائل مکہ نے تحریری طور پر اس بائیکاٹ کو موثق کر کے دیوار کعبہ سے لٹکا دیا تھا۔ اتنی شدید ناکہ بندی تھی کہ بھوک اور پیاس سے حضور اقدس اور صحابہ وصحابیات ذی تمیز افراد بنی ہاشم نڈھال ہوئے جا رہے تھے۔

— سوکھے چمڑے کا کوئی ٹکڑا اگر کسی کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اسے چبانے لگتا — عورتوں کے بلکنے اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہو جایا کرتی تھیں۔

قرآنی پیشین گوئی

بظاہر کون کہہ سکتا تھا کہ ایسی کٹھن اور مظلومیت کی فضا میں تحریک اسلامی پنپ کر دنیا کے لئے شجر رحمت بن جائے گی — مگر قدرت خداوندی کن سنگلاخ چٹانوں سے شیریں چشمے رواں کر دے، کن بستیوں کو بلندی کی معراج بخش دے اور عروج وارتقا کے دلدادگان کو تنزل کے قعر مذلت تک پہنچا دے۔ کسے معلوم —؟ عین اس عالم میں جبکہ قیصر روم پستا جا رہا تھا۔ اور اس کی حدود سلطنت سمٹتی اور تنگ ہوتی جا رہی تھیں۔ قرآن مجید نے ایک لافانی پیشین گوئی فرمائی۔

الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّومُ فِی اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِی بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۝ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۔ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ [1]

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں۔

حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اسی دن ایمان والوں کو خوشی ملے گی اللہ کی مدد سے، مدد کرتا ہے جس کی چاہے۔ اور وہی ہے عزت والا مہربان۔ اللہ کا وعدہ

اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت قرآنیہ میں دو بشارتیں تھیں۔ ایک تو اس بات کی کہ آج کے شکست خوردہ رومی چند ہی سالوں میں پھر غالب ہو کر ایرانیوں کو شکست دیں گے۔ دوسری پیشین گوئی یہ تھی کہ نصرت خداوندی کے ذریعہ مسلمانوں کو بھی خوشی نصیب ہوگی۔

جس زمانے اور جس ماحول میں ایسی تعجب خیز پیشین گوئی کی جا رہی ہے۔ اس کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ فکر ونظر کے کسی گوشہ میں اُن باتوں کا وقوع پذیر ہونا۔ ممکنات میں سے نہیں گنا جا سکتا تھا زوال روما کی تاریخ لکھنے والا مورخ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے۔

---

[1] القرآن۔ الروم ۳۰/ ۱تا۶

”جب یہ پیشین گوئی کی گئی، تو اس زمانے میں قبل از وقت کہی جانے والی کوئی بھی بات اتنی زیادہ خلاف قیاس نہیں ہو سکتی تھی۔“

اس قرآنی بشارت کا حال جب مشرکین مکہ کو معلوم ہوا۔ تو ابی بن خلف نے اس شد و مد سے اس کا انکار کیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شرط لگا بیٹھا کہ اگر یہ بات صحیح ہو گئی تو میں تمھیں سو اونٹ دوں گا ــــ اور غلط ثابت ہونے پر میں تم سے سو اونٹ لوں گا خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ چند ہی سالوں کے اندر ۶۲۲ء وہ انقلابی سال ثابت ہوا کہ ادھر رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم۔ مکے کے تیرہ و تار مشرکانہ شکنجہ سے نکل کر مدینے پہنچتے ہیں۔ اور تحریک اسلامی ایک نئی آب و تاب، جدید عزم و حوصلہ کے ساتھ اپنے ارتقائی سفر کا آغاز کرتی ہے۔ ادھر اسی سال ہرقل قیصر روم قسطنطنیہ سے اپنی فوجیں لے کر نکلتا ہے۔ اور بحری کمک کو منظم کرکے بحر اسود کے راستے چل کر آرمینیا پہنچ جاتا ہے ــــ اور سالہا سال کے زخموں کا اندمال اتنے بھرپور طریقے سے کرتا ہے کہ ــــ ایرانی حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ اس غیر متوقع حملے کے لئے فارس کی افواج بالکل تیار نہ تھیں۔ اچانک حملہ نے ان کی کمر توڑ دی۔ اور ایرانی افواج پسپا ہونے لگی حتیٰ کہ رومی فوجوں نے دوسرے سال آذر بائیجان میں گھس کر آتش پرستوں کے سب سے بڑے معبد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور شاندار عبادت خانہ ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ اس فتح عظیم کی خوشی میں قیصر روم نے قسطنطنیہ سے بیت المقدس کا پاپیادہ سفر کیا۔[1]

قیصر روم[2] کے پاس حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ لے کر حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بصریٰ کے امیر کے بتوسط پہنچے۔ مکتوب رسول کا مفہوم درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد کی جانب سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے،

بنام ہرقل عظیم روم“

سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ بعد ازاں میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ، سلامت رہو گے ــــ اور اللہ تمھیں دہرا اجر دے گا۔ اگر تم نے روگردانی کی تو تمھاری جاہل رعایا کا گناہ بھی تم پر ہو گا۔“

اے اہل کتاب[3] (اختلاف و انتشار کی ساری باتیں پس پشت ڈال کر) اس بات پر متفق ہو جاؤ، جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں طور پر مسلم ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ اگر تمھیں اس بات سے انکار ہے، تو تمھیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم ہر حال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں[4]

قیصر روم کا ابوسفیان سے دریافت احوال

ہرقل کے روبرو جب نامۂ مبارک پڑھا گیا۔ تو اس نے حکم دیا کہ مدعی نبوت کے خاندان یا قریب کا کوئی عرب شہر میں موجود ہو تو اسے لایا جائے۔ چنانچہ تلاش کرنے پر غزہ نامی مقام پر قریش کے تاجروں کا ایک قافلہ دریافت ہوا۔ جس کے امیر قافلہ ابوسفیان تھے (جو اس وقت تک دولت اسلام سے سرفراز نہیں ہوئے تھے) ــــ ہرقل نے ابوسفیان کو دربار میں بلا کر بٹھایا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں متعدد سوالات کئے۔ ابوسفیان نے صرف اس عزت داری میں کہ میں کہیں جھوٹا مشہور نہ ہو جاؤں۔ ہرقل کے ہر سوال کا جواب نہ چاہتے ہوئے بھی سچ سچ دیا۔ اگرچہ اپنے انداز گفتگو سے بادشاہ کی نظر میں حضور کی عزت گھٹانے کی کوشش بھی کی تو بادشاہ نے ٹوک دیا۔ اپنی بات شروع کرتے ہوئے

ابوسفیان: آپ اس کی وجہ سے خواہ مخواہ پریشان ہوتے

---

[1] تاریخ طبری ج ۳ ص ۸۵۔

[2] عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی قیصر یدعوہ الی الاسلام وبعث بکتابہ الیہ وحیۃ الکلبی متفق علیہ (مشکوۃ ص ۳۰۳)

[3] القرآن۔ آل عمران ۳/ ۶۴

[4] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک متن کا یہ ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہیں۔ جو کچھ آپ کو بتایا گیا ہے اس سے وہ بہت کمتر ہے۔

ھرقل:۔ (ابوسفیان کی بات کا اثر قبول نہ کرتے ہوئے) صرف ان باتوں کا جواب دو جو میں دریافت کروں۔ بتاؤ اس کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان:۔ نہایت شریف عزت دار۔

ھرقل:۔ انبیاء عالی نسب ہوا کرتے ہیں ان کی خاندانی شرافت بھی علامات نبوت میں سے ایک ہے کیا۔ اس کے خاندان میں پہلے بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا۔؟ یا کوئی بادشاہ ہوا ہے۔؟

ابوسفیان:۔ کبھی نہیں

ھرقل: اگر ایسا ہوتا تو خیال کیا جاتا کہ خاندانی عزت حاصل کرنا چاہتا ہو۔

جن لوگوں نے ان کا دین قبول کیا ہے ان کا تعلق کمزور طبقے سے یا متمول لوگوں سے؟

ابوسفیان:۔ وہ اکثر غریب لوگ ہیں۔

ھرقل:۔ انبیاء ورسل کے متبعین شروع میں غرباء ومساکین ہوتے آئے ہیں۔

ان کے ماننے والے روز بروز بڑھ رہے یا گھٹ رہے ہیں۔؟

ابوسفیان:۔ ان کی تعداد روز بروز ترقی پذیر ہے۔

ھرقل:۔ ایمان اور صداقت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے۔

کیا کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر کے چھوڑ بھی دیا ہے۔؟

ابوسفیان:۔ نہیں۔

ھرقل:۔ یہ بھی علامات نبوت میں سے ایک ہے۔ کیا اس سے کسی نے کبھی کوئی جھوٹ بھی سنا؟

ابوسفیان:۔ نہیں اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

ھرقل:۔ جو شخص خود پر جھوٹ کا داغ نہیں رکھتا۔ خدا پر کذب کا بہتان کیسے باندھ سکتا ہے؟

کیا اس نے کبھی وعدہ خلافی کی۔؟

ابوسفیان:۔ اب تک تو ایسا نہیں ہوا۔ لیکن اب جو معاہدہ (حدیبیہ) ہوا ہے دیکھیے اس پر وہ قائم رہتا ہے یا نہیں۔؟

ھرقل:۔ عہد شکنی پیغمبروں کا شیوہ نہیں۔ کیا تم لوگوں سے اس کی کوئی جنگ بھی ہوئی۔

ابوسفیان:۔ کئی لڑائیاں ہو چکی ہیں۔

ھرقل:۔ جنگوں میں فتح وشکست کا کیا حال رہا۔؟

ابوسفیان:۔ کبھی ہم جیتے وہ ہارے۔ کبھی وہ جیتے ہم ہارے۔

ھرقل:۔ انبیاء ورسل کا یہی حال ہوتا ہے۔ مگر بالآخر فتح ونصرت انھیں کے قدم چومتی ہے اس کی تعلیم اور دعوت کیا ہے؟

ابوسفیان:۔ اس کی دعوت یہی ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ پاک دامنی اختیار کرو۔ سچ بولو۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ آباء واجداد کے مشرکانہ عقائد چھوڑ دو۔ نماز قائم کرو۔

ھرقل:۔ نبی موعود کی یہی علامات ہمیں بتائی گئی ہیں، ہمیں معلوم تھا کہ وہ نبی عنقریب ظہور پذیر ہوں گے مگر یہ گمان نہ تھا کہ وہ سرزمین عرب پر تشریف لائیں گے۔ اے ابوسفیان! اگر تم نے سب باتیں سچ بتائی ہیں تو ایک روز وہ اس (میری حکومت) کا ضرور مالک ہو جائے گا۔

کاش میں پہنچ سکتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔[1]

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ابوسفیان سے گفتگو کے بعد ہرقل نے پھرے دربار میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پڑھوایا۔ اہل دربار ــــ ابوسفیان مکالمہ ہی پرناک بھوں

(حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ۔ الی ھرقل عظیم الروم، سلام علی من اتبع الھدیٰ امابعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام۔ اسلم تسلم۔ یؤتک اللہ اجرک مرتین۔ فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین۔ ویا اھل الکتاب۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

[1] صحیح البخاری ج ۱ ص ۴، ۵ اصح المطابع / تاریخ طبری ج ۳ ص ۸۶، ۸۷

چڑھا رہے تھے خط پڑھا گیا تو اور آگ بگولہ ہوگئے۔ اپنے اہل دربار کا یہ رنگ دیکھ کر ہرقل نے حضرت دحیہ کلبی سے کہا۔ اگر مجھے ان لوگوں سے اپنی جان کا خطرہ نہ ہوتا تو تمھارے نبی کا اتباع ضرور کرتا۔ بلاشبہ آپ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کیا کرتے تھے۔[1]

روم کے بڑے پادری کا اعلانِ حق

تاریخ و سیر سے پتہ چلتا ہے کہ قیصر روم سے ملاقات کرنے اور مکتوب نبوی اسے پیش کرنے کے بعد حضرت دحیہ کلبی نے مسیحی مذہب کے سب سے بڑے رہنما، پاپائے اعظم ضغاطر سے ملاقات کی۔[2] اور اسے حضور اقدس کا ایک مکتوب گرامی پیش کیا۔ پاپائے روم نے مکتوب مبارک کو پڑھ کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی — اور گرجا میں داخل ہو کر — لوگوں سے خطاب کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اے لوگو! میرے پاس عرب میں مبعوث ہونے والے پیغمبر احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط آیا ہے۔ انھوں نے ہمیں ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اور احمد خدا کے بندے اور رسول ہیں۔[3]

اس اعلان اور تصدیق نبوت کو سن کر سب رومی مسیحی سخت برہم ہوئے۔ اور ضغاطر پر ٹوٹ پڑے اور اسے مار مار کر ختم کر دیا۔

قیصر کا اضطراب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پاکر — اور کتب ماسبق، و دیگر پیشین گوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قیصر روم ہرقل کو یقین ہوگیا تھا کہ آپ ہی پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کا زمانہ بڑی بے چینی سے منتظر تھا۔ مگر اپنے اہل دربار — اور اعیانِ دولت کی ناراضگی اس کے قبول اسلام میں مانع ہوئی — اور تخت و تاج اور حکومت کی کشش سے آزاد ہو کر وہ انوار حقیقت کو حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

صحیح بخاری میں ابن ناطور کے توسط سے مذکور ہے کہ قیصر بیت المقدس کے سفر میں ایک صبح نہایت بے چینی سے اٹھا، دریافت کرنے پر بتایا کہ — آج رات ستاروں کی گردش سے مجھ پر منکشف ہوا کہ مختون قوم کا رہنما تمام ملکوں پر غالب آنے والا ہے۔ اس کی تصدیق اپنے درباری منجم کے ذریعہ چاہی تو اس نے جواب دیا کہ

"یہ نبی آخر الزماں کا زمانہ ہے۔ اور ان کی بعثت ہو چکی ہے۔"[4]

تاریخ طبری میں ہے کہ، شام سے قسطنطنیہ لوٹتے ہوئے، وہاں قیصر نے اپنا دربار کیا — اور اپنے درباریوں سے کہا

"تم سب کو معلوم ہے کہ ہماری مقدس کتابوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر موجود ہے۔ اور ان کی صفات سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ وہی نبی موعود ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم ان کے تابعدار بن جائیں تاکہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں محفوظ ہو جائیں۔"

اہل دربار اس بات پر راضی نہیں ہوئے۔ اور انھوں نے اس بات میں عار محسوس کیا کہ عرب قوم کی فوقیت تسلیم کریں ان کا منفی جواب پاکر قیصر ناراضگی کے ساتھ دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور کہا کہ اگر تم اس کے لئے تیار نہیں ہو تو مستقبل قریب میں۔ انھیں کے ہاتھوں مغلوبیت کی ذلت اٹھانے کے لئے تیار ہو۔[5]

تاریخی ذخائر بتاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواب مکتوب میں قیصر نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خط روانہ کیا تھا۔ جس کا مفہوم یہ ہے:

"بحضور احمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے ظہور کی بشارت عیسیٰ (علیہ السلام) نے بھی دی — من جانب قیصر روم۔ حضور کا فرمان آپ کے سفیر

---

[1] صحیح البخاری ج ۱ ص ۴، ۵ اصح المطابع / تاریخ طبری ج ۳ ص ۸۶، ۸۷

[2] روایت ابو نعیم فی الدلائل ص ۱۲۱

[3] تاریخ الکامل ج ۲ ص ۱۴۴ مطبوعہ بیروت / تاریخ طبری ج ۳ ص ۸۸

[4] تاریخ طبری ج ۳ / صحیح البخاری ج ۱ ص ۵

[5] تاریخ طبری ج ۳ ص ۸۸

کے توسل سے دستیاب ہوا۔ میں آپ کے رسول ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ آپ کے ظہور کی بشارت عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے بھی انجیل میں دی۔ میں نے اپنی ساری رومی رعیت کو آپ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اگر وہ آپ پر ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔۔۔۔۔۔۔"

اصابہ میں ہے کہ سفیر رسول حضرت دحیہ کلبی سے قیصر روم نے کہا۔۔۔۔

"تم پر افسوس! واللہ میں خوب جانتا ہوں کہ تمھارے حضور نبی مرسل ہیں۔ اور یہ وہی ذات ہے جس کے ہم منتظر تھے اور ان کا تذکرہ ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن مجھے روم کے باشندوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں ضرور ان کی اتباع کرتا ۔۔۔ تم ضغاطر پادری کے پاس جاؤ۔ اور ان سے حضور کا تذکرہ کرو ۔۔۔ اس لئے کہ سرزمین روم پر وہ مجھ سے زیادہ بااثر ہے۔ اس کی بات زیادہ مانی جاتی ہے ۔۔۔ اس کے بعد حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ پادری کے پاس آئے۔ اس سے بات چیت ہوئی۔ اس نے حضور کی تصدیق کی۔ پھر اپنے حجرے میں داخل ہوا۔ اپنے کپڑے اتارے سفید کپڑے پہنے اور باہر آکر لوگوں کے سامنے کلمہ حق کی شہادت دی۔ جس کے نتیجہ میں رومیوں نے انھیں شہید کر دیا۔ اِنّا للہ وَاِنّا الیہ راجعون[1]

قیصر کا قاصد دربار نبوی میں

ہرقل قیصر روم کی طرف سے تنوخی نامی قاصد دربار رسالت میں حاضر ہوا تھا۔ سعید بن ابی راشد نے ان سے حمص میں ملاقات کی تھی جب وہ نہایت بوڑھے اور کمزور ہو گئے تھے۔ سعید بن ابی راشد کی فرمائش پر ۔۔۔ انھوں نے ہرقل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکاتبت کے حالات پر روشنی ڈالی۔ جس میں ابتداءً تو انھوں نے ۔۔۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک تشریف لے جانے اور حضرت دحیہ کلبی کے ذریعہ اپنا مکتوب روانہ کرنے کا ذکر کیا ۔۔۔ پھر کہا کہ حضور کا مکتوب پاکر قیصر نے اپنے تمام پادریوں۔ اور مشیروں کو محل میں جمع کیا۔ اور حضور کے بارے میں ان سب کی رائے پوچھی۔ کہ کیا تمھیں ان کی کچھ معلومات ہے؟ پھر خود ہی کہا کہ انھوں نے تین باتیں ہمیں پیش کی ہیں۔ ۱۔ ہم ان کا دین قبول کر لیں۔ ۲۔ اگر دین نہیں قبول کرتے تو انھیں خراج ادا کریں اور ہمارا ملک و سلطنت ہمارے پاس ہی رہے۔ ۳۔ دونوں میں سے کوئی منظور نہ ہو تو جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

خدا کی قسم تمھیں اپنی کتابوں سے خوب معلوم ہے کہ جو زمین آج میرے قدموں تلے ہے۔ اس پر وہ ضرور قابض ہو جائے گا۔ لہٰذا آؤ اس کی بات مان کر ان کی پیروی کر لیں۔ یا اسے ٹیکس دینے کا فیصلہ کریں۔ یہ سن کر ساری قوم نے چیخنا غرانا، اور ٹوپیاں اچھال کر اپنے غیظ و غضب کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ تو ہمیں نصرانیت چھوڑنے، اور حجاز کے ایک اعرابی کا اتباع کرنے کی دعوت دیتا ہے ۔۔۔ ماحول بالکل برعکس دیکھ کر قیصر نے کہا۔ میں نے تو یہ بات تم لوگوں کی آزمائش کے لئے کہی تھی۔ اس کے بعد اس نے تجیب کے رہنے والے ایک نصرانی عرب کو بلایا۔ اور کہا کہ کسی ایسے شخص کو لاؤ جس کا حافظہ قوی ہو۔ اور عربی زبان پر عبور رکھتا ہو۔ تجیب مجھے لے گیا۔ قیصر نے پسلی کی ہڈیوں پر لکھا ہوا ایک خط میرے حوالے کر کے کہا کہ میرا یہ خط ان (حضور) کے پاس لے جا۔ اور وہاں جو باتیں ہوں ان میں تین باتوں کا خاص دھیان رکھنا۔ کہ انھوں نے جو خط مجھے بھیجا ہے انھیں اس میں سے کتنا حصہ یاد ہے؟ دوسری بات یہ کہ میرے خط پہنچنے کے بعد رات کا ذکر ہوتا ہے یا نہیں۔ ؟ اور ان کی پشت کی طرف غور کرنا کہ کوئی

[1] الاصابہ ج ۲ ص ۲۱۶

ایسی نشانی تجھے ملتی ہے جو شک میں مبتلا کرنے والی ہو ؟ میں ہرقل کا خط لے کر تبوک پہنچا۔ آپ صحابہ کے ہمراہ ایک پانی کے کنارے تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا۔ تمہارے حضرت کہاں ہیں ؟ لوگوں نے کہا یہ ہیں حضور ۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ خط دیا۔ آپ نے خط کو اپنی گود میں رکھ لیا۔ اور پوچھا۔ آپ کس خاندان سے ہیں۔؟ میں نے کہا قبیلۂ تنوخ سے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا آپ کو اپنے جد اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کے سچے دین سے رغبت ہے۔؟ میں نے کہا میں ایک قوم کا قاصد ہوں۔ اور جب تک لوٹ نہ جاؤں اسی دین پر رہوں گا آپ نے یہ آیت قرآنیہ تلاوت فرمائی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔[1]

پھر فرمایا۔ اے تنوخی بھائی میں نے ایک خط کسریٰ کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے اس کو پھاڑ ڈالا۔ اللہ اس کے اور اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور میں نے تمہارے بادشاہ کے پاس خط بھیجا اس نے صحیح سالم رہنے دیا۔ لوگ ہمیشہ اس سے رعب محسوس کریں گے۔ جب تک اس کی زندگی میں خیر مقدر ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا۔ جس کی ہرقل نے تاکید کی تھی ان میں سے یہ ایک بات ہے۔ میں نے اپنی یادداشت کے لئے ترکش سے ایک تیر نکال کر تلوار کی نیام میں رکھ لیا۔ پھر آپ نے اپنے بائیں جانب بیٹھے ہوئے ایک شخص کو وہ خط پڑھنے کے لئے دیا۔ میں نے عرض کیا یہ کون ہیں۔؟ فرمایا۔ معاویہ (خط میں لکھا تھا)

"آپ مجھ کو ایسی جنت کی طرف بلا رہے ہیں جس کی وسعت آسمانوں اور زمین سے بھی زیادہ ہے۔ جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔! تو جہنم کہاں ہوگی؟ (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ جب دن آجاتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے۔؟ میں نے دوسرا تیر حسب سابق رکھا۔ جب خط ختم ہو چکا تو آپ نے فرمایا تم قاصد ہو تمہارا کچھ حق ہے۔ اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ضرور دیتے۔ سفر کا عالم ہے۔ اور زاد راہ ختم ہو چکا ہے۔ اتنے میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اسے جائزہ دوں گا۔ چنانچہ انھوں نے کجاوے سے نکال کر صفوریہ کپڑے کا جوڑا مجھے دیا۔ لوگوں نے بتایا یہ عثمان ہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کوئی ہے جوان کی میزبانی کرے؟ ایک انصاری جوان نے عرض کی میں یا رسول اللہ ! میں انصاری کے ہمراہ چلنے لگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور پھر فرمایا اے تنوخی بھائی! میں لپک کر پھر وہیں پہنچ گیا جہاں پہلے آپ کے حضور تھا۔ آپ نے اپنی پشت مبارک سے چادر اتار دی۔ اور فرمایا۔ اس جگہ کو دیکھ۔ جس چیز کا تجھے حکم دیا گیا تھا۔ میں نے آپ کی پشت مبارک پر "مہر نبوت" کی زیارت کر لی۔ جو کاندھے اور پشت کے درمیانی حصہ میں کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔[2]

قیصر نے حضور کی اطاعت نہیں کی۔ بالآخر شہنشاہ انبیاء کے غلاموں نے دور فاروقی میں سرزمین روم پر اسلامی پرچم لہرا کر خاتم الانبیاء کی پیشین گوئی کو سچ کر دکھایا۔

---

[1] القرآن۔ القصص ۵۶/۲۸ ترجمہ یہ ہے۔ بے شک یہ نہیں کہ تم اپنی طرف سے جسے چاہو ہدایت کردو۔ ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔ (ترجمہ رضویہ)

[2] البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۱۵

چشمِ فلک اشکبار کیوں؟

عطار محمد رضوی گونڈوی

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا۔

(پ ۲۶ ع ۱۳، حجرات)

ترجمہ:۔ اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔

(کنز الایمان)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (پ ۴۔ ع ۲۔ س۔ آل عمران)

اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو سب مل کر۔ اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ (کنز الایمان)

گزارش ہے۔ عرض ہے۔ اُن علمار کرام کی بارگاہ میں جو بغیر سوچے سمجھے دنیوی نام ونمود وثروت کی خاطر آپ اپنے پیر میں کلہاڑی مارنے کے لئے تیار ہیں۔ پھر بھی ابھی زمانہ دور نہیں گیا۔ وقت ہے۔ ابھی اوقات ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ قوم اقتدار کرنے کو تیار ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بوئے انانیت کو دور کرنا ہوگا۔ خوئے انسانیت کو اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا کیوں؟ اس لئے کہ قوم کتنی ہی زیادہ کیوں نہ بگڑی ہوئی ہو مگر اپنے رہبر اپنے پیشوا کو گندگی میں ملوث دیکھنے کو تیار نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ قوم کو پردہ پوشی کرنا چاہیے مگر وہ بھی دوسروں کو دیکھ کر مجبور ہے۔ کچھ شیطانی خصلت لوگوں کا لبادہ دیکھ کر چکر میں آجاتے ہیں۔ تو اب ضرورت ہے اپنے اندر کے حالات سدھارنے کی ضرورت ہے اپنی ذمہ داری سمجھنے کی۔ ضرورت ہے آپس میں اختلاف ختم کرنے کی۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا

یہ حضرات یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ ہم قوم کو کیا دیں۔ کیا نہ دیں۔ ہم کیسے پیش آئیں۔ مگر آہ ہم۔ یہ ہم! ہم والا مسئلہ ہے کہ جو سدھرنے نہیں دیتا۔ راہ پر لگنے نہیں دیتا۔ اس نے تو بڑوں بڑوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اچھے اچھوں کو تحت الثریٰ میں ڈال دیا ہے۔ بڑے سے بڑے جاہ وحشمت والے کو نیست ونابود کر دیا ہے اتنا سمجھنے کے باوجود محو غفلت ہیں۔ ارشاد رسول ہے۔

صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اِذَا صَلَحَا صَلَحَتِ الْاُمَّةُ كُلُّهَا وَاِذَا فَسَدَا فَسَدَتِ الْاُمَّةُ كُلُّهَا الْاُمَرَاءُ وَالْعُلَمَاءُ۔

جماعتیں ہیں کہ اگر یہ درست ہیں تو قوم بھی درست رہے گی اور اگر یہ بہک جائیں تو قوم بھی بگڑ جائے گی۔ بادشاہ اور علمار۔

ملّت کی فنا اور بقا کے لئے جن دو طبقوں کو بنیاد، معیار قرار دیا گیا ہے ان میں ایک مسلم فرمانروا۔ دوسرے علمار کرام۔ سلاطین تو اپنی زندگی کی کتاب بند کر گئے ہیں اب اس قوم کی لگام علمار کے ہاتھوں میں ہے خواہ ہم اور آپ بھول جائیں۔ مگر تاریخ بھی اس حقیقت کو فراموش کر سکتی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ پھر ہم کہنا چاہتے ہیں کہ قوم آخر گمراہی کے دلدل میں دھنسی کیوں جا رہی ہے آخر یہ مصلحین جن کا بیان ہوا۔ یہ خواب خرگوش میں کیوں

پڑے ہوئے ہیں۔ آخر یہ کیوں؟ حق پر ہوتے ہوئے بھی حق شناسی سے نا آشنا نظر آتے ہیں۔ ان سب کی واحد وجہ علماء کا آپس میں اختلاف بیجا اور جاہ و شہرت کی طلب۔ تعمیری تصنیفی کام سے بہت دوری۔ تبلیغی کام سے بے اعتنائی اصلاحی کام سے بے رغبتی۔ اب شہر شہر دیہات دیہات قصبہ قصبہ کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ اسٹیجوں پر صرف لکچر باقی رہ گئے ہیں۔ اتنی تقریریں ہو رہی ہیں ان کا کس حد تک اثر مرتب ہو رہا ہے۔ اثر کیا ہوگا۔ جو اثر تھا وہ بھی ختم ہو رہا ہے۔ جو فائدے ملتے تھے اب تو وہ صرف خطباء کی نفس پرستی پر قربان ہو رہے ہیں۔

افسوس! آج کے علماء و مقررین ___ ذرا غور کیجئے ہوائی جہاز سے اتر رہے ہیں۔ فرسٹ کلاس سے تشریف لا رہے ہیں۔ بذریعہ امبیسڈر، ماروتی اسٹیشن سے استقبال ہو رہا ہے۔ قائد ملت، مجاہد اہلسنت جیسے عظیم نعرے لگ رہے ہیں گاڑی اپنی رفتار کو تیز کرکے جلد از جلد اسٹیج کے قریب لاکر چھوڑتی ہے۔ حضرت نے چھکے دار تقریر فرمائی۔ مہمان خانہ اسپیشل روم میں تشریف لے گئے۔ اور محو استراحت ہوگئے۔ مؤذن نے صبح اپنی ڈیوٹی پہ آکر آواز دینا شروع کیا "حی علی الصلوٰۃ" نماز کی طرف بلانا شروع کیا "الصلوٰۃ خیر من النوم" جیسی پرکیف صدائیں ماحول کو سازگار بنا رہی ہیں اہل ایمان کو خدا کی عبادت کی دعوت دی جا رہی ہے خوش نصیب حضرات نے تو لبیک کہا اور حاضر ہوگئے۔ مگر وہی جنہوں نے رات کے تین بجے چار بجے تک چیخیں لگائی تھیں یہ کرو، وہ کرو، ایسا کرو، ویسا نہ کرو۔ اب وہی خود ویسا نہ کرو والے حیلے میں گرفتار ہیں خورشید صبح نے اپنی ضیاء پاشیاں شروع کردیں۔ اب اس راز کو کون سمجھے۔ کیا ہو رہا ہے۔ بیداری کے بعد اپنا نذرانہ لیا اور پھر راستہ پکڑا۔

یہ تھی حضرت کی کاوش کہ صبح چار بجے تک لوگوں کو بھی بٹھا رکھا جب ضرورت آئی تو خود چلے گئے ___ دو چار کو ___ جو نماز پڑھتے تھے ان کو بھی ہمراہ لے گئے۔ یہ حضرت آئے تھے درس قرآن، درس حدیث، تبلیغ دین متین کرنے۔ مگر افسوس! ایسے مقررین کی اداکاریاں پر ایسے مقررین کی رنگینیوں پر کہ خود بدنام ہوئے جماعت کو بھی بدنام کر گئے اب جو بے چارے باعمل علماء رہ گئے تھے وہ بھی غلطی انھیں کی صف میں شمار کیے جانے لگے۔

کیا ایسے بے عمل مقررین سے عوام درست ہوں گے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ بے راہ ہوں گے۔ اور ہو رہے ہیں۔ اب وہ معزز اور باوقار علماء ___ جن پر دنیا آج بھی رشک کرتی ہے۔ نہ وہ سفر کی پروا کریں۔ نہ حضر کی۔ نہ خطر کی۔ ہر جگہ نیک گوئی ___ پابندی ___ سچائی کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اس قسم کے گنے چنے علماء ہیں ان کو کچھ ایسے ہی مقررین نے اور اندھے مقلدین نے بے قدر کر رکھا ہے۔

یہ چند وہ علماء ہیں۔ کہ اسٹیج تو چھوڑو، راستوں میں دیدار سے، طور طریقہ سے، انداز و تدبر سے کتنے لوگ مستفیض ہوتے ہیں۔ سدھر جاتے ہیں۔ اور میں تو کہوں گا یہی چند ہیں جنہوں نے آبروئے سنیت کو بچا رکھا ہے۔

پھر آخر یہ قوم سلگ کیوں رہی ہے۔ چند وجوہ ہیں۔

۱۔ لائق قدر علماء کی بے قدری۔
۲۔ بے عمل خطباء و علماء و مدرسین کی فراوانی۔
۳۔ آپس میں نفسانی اختلاف۔
۴۔ ذرا ذرا سی بات پر کتابچہ اور پرچہ بازی۔
۵۔ مدارس اسلامیہ میں طلبہ کی آزادی اور نماز و عمل سے بے رغبتی۔
۶۔ خود قوم میں سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔
۷۔ تصنیفی و تبلیغی کاموں سے دوری وغیرہ وغیرہ

سمجھ میں بات نہیں آتی کہ ہم مسلمان ہونے کے باوجود ان امراض میں کیوں مبتلا ہیں اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع مرض کے لئے ہمیں بہترین تدبیر اور دوا مرحمت فرمائی ہے۔ اس عطا کردہ دوا کو ہم استعمال میں کیوں نہیں لاتے۔ اسوۂ رسول کو کیوں نہیں اپناتے۔ جس کو قرآن مقدس خود بیان فرماتا ہے۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (پ ۲۱ ع ۱۹)

ترجمہ: بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ (کنز الایمان) اس آیت کریمہ کے پیش نظر ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جو آپسی اختلافات ہیں اور آئے دن بڑھتے چلے جا رہے ہیں ان کو ختم کیا جائے۔

اور جو ہو رہا ہے اس کی کچھ جھلک یہ ہے۔

مسائل کی تحقیق کرنا بہت بہتر ہے۔ مسائل کے پیچ و خم سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ مگر قاعدے سے سنبھل کر۔ الجھ کر نہیں۔ بلکہ اپنے ہمعصر علماء کے ساتھ بیٹھ کر مشورہ کرکے علمی انداز میں سلجھانا چاہیے۔ مگر افسوس یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ توہین ہوگی۔ ذلت کا خطرہ ہے۔ مریدین میں۔ حلقہ والوں میں رسوائی کا اندیشہ ہے کہ وہ ان سے مسئلہ سمجھنے گئے تھے۔ خود کو غیرت لگے گی۔ کیسے جائیں۔ کہیں میں نے جو سمجھا ہے وہ غلط نہ ہو جائے۔ ساری عزت و وقار داؤ پر نہ لگ جائے۔ بحمدہ ایسا نہ ہوگا۔ یہ ان کی سمجھ کا قصور ہے کہ ایسے فاسد اوہام کو اپنے ذہن و فکر میں لاکر طرح طرح کے اختلافات پیدا کرنے لگتے ہیں۔ واقعی اختلافات کی جانب ذہن سبقت بھی نہ کرے گا ذرا اتحاد سے مل کر کام تو کیجیے اپنی اس بوئے انانیت کو ختم تو کیجیے۔ پرچہ بازی، کتابچہ بازی۔ آپسی عناد و بغض کو ختم کرکے تو دیکھیے۔ خود آپ بھی سدھر جائیں گے۔ قوم بھی آپ کی اتباع کرے گی۔ مستحق ثواب آپ بھی ہوں گے۔

آج تقریباً دس گیارہ مسائل انتہائی اہم بن چکے ہیں۔ لیکن اسی کے پیچھے "وہ کچھ کی خاطر" اسے اہم ترین مرتبہ دے رکھا ہے قطعاً ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان سے محض قوم کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا ہے اور یہ بہت ہی گری ہوئی بات ہے۔ کیا آنکھوں کو بند کیے ہوئے ہیں۔ دیکھتے نہیں۔ کیا عقل و فہم زائل و سلب ہو چکی ہیں۔ سمجھتے نہیں۔ انھیں ساری وجہوں کی بنا پر قوم اس گھٹا ٹوپ ظلمت و تاریکی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جو ظاہری اعتبار سے بہت روشن نظر آتی ہے اور اندر کھوکھلی اور تاریک ہے۔ مگر قوم کیا کرے اس کے ذمہ دار آپ ہی ہوں گے۔

حضرت رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِھِمْ شَیْئًا۔ (مشکوۃ شریف)

جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے اس ہدایت پر چلنے والوں کے مثل ثواب ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی اس پر اس گناہ کے تمام مرتکبین کے مثل گناہ ہوگا۔ اس کے گناہ سے کچھ کمی نہ ہوگی۔

ثواب میں اس سے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسائل مختلف فیہ ایسے ہیں جن کے بغیر نہ تو کوئی کام رکے گا۔ اور نہ ان کے نہ کرنے پر کوئی مواخذہ ہوگا۔

وہ ایسے مسائل کو اپنے گھر کے دائرے میں ہی محدود رکھیں۔ جو لوگ کرنا چاہیں خود کریں مگر یہ لمبے لمبے اشتہارات شائع نہ فرمائیں تاکہ ان کی ذمہ داری انھیں تک محدود رہے۔ اگر یہ ان اشتہارات کو شائع نہ فرمائیں گے تو اگر غلط ہوگا لوگ اس سے بچ جائیں گے۔ اور اگر درست بھی ہو تو ایسا ممکن نہیں کہ اس کا پھیلانا فرض ہو اس لیے کہ یہ ایسے مسائل ہیں جن سے قوم کی اصلاح پر اثر پڑتا ہے "قوم بدلتی ہے" بدلتی ہی نہیں بلکہ خیال تک بدل دیتی ہے۔ آگے آپ ہی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ سکتے ہیں۔ کہ بہتری اور اچھائی کس میں ہے۔

بعض پیروں کی یہ کیفیت ہے کہ فرائض کو چھوڑنے کے باوجود غلامی مصطفیٰ کا دم بھرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں وہ بیشتر برائیاں موجود ہیں جو ایک سچے مسلمان میں ہر گز نہیں ہونی چاہئیں۔ بہت سے پیروں کو دیکھا گیا جو کہ جوا و شراب

کے بھی عاشق ہیں اور عورتوں سے کوئی حجاب نہیں۔ بے حیائی سے عار نہیں۔ جلوت میں تو لباس فاخرہ کے ساتھ خدا پرست معلوم ہوتے ہیں۔ اور خلوت میں لباس شرافت بھی تار تار نظر آتا ہے۔ ایسے نام نہاد مشائخ کو اپنے سے زیادہ قوم کی پروا کرنی چاہیے اور اگر اب بھی نہ سنبھلے تو شاید ان کا انجام بخیر نہ ہو۔

ہاں! قوم بھی اپنے اندر کچھ ایسی خرابیوں کو سموئے ہوئے ہے جس کا بیان تحریر سے باہر ہے کچھ تو ان علماء کی بے عملی کو دیکھ کر اور کچھ نااہلی سے۔

حالانکہ اسلام کا حکم ہے کہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرو۔ فواحش ومنکرات سے دور رہو۔ مروجہ تعزیہ داری کو چھوڑ دو۔ ڈھول تاشے منع ہیں۔ ناچ حرام ہے۔ ماتم کرنا سخت گناہ ہے۔ مزارات پر عورتوں کی حاضری ناجائز ہے۔ قوالی مع مزامیر حرام ہے۔ شادیوں میں لہو ولعب اور فضول خرچی جرم ہے۔ ختنہ وعقیقہ وغیرہ میں اسراف کرنے والے پر اللہ کی ناراضگی کا وبال ہے۔ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ غرباء کی امداد کرو۔ یتیمی ومساکین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ خرافات کی جگہ پر خرچ کے بجائے، قومی وملی مفاد کے لئے مال وزر کی قربانی پیش کرو۔ نوافل پڑھو قرآن مقدس کی تلاوت کرو۔ اچھی باتوں پر عمل کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن بے شمار جاہل مسلمان ان باتوں کو سننے یا پھر اس پر عمل کرنے سے گریزاں رہتے ہیں۔

قوم میں باعث ضلالت وگمراہی یہ بھی ہے کہ تعلیم وتعلم کا سلسلہ بہت کم ہے اس پر بھی خاص نظر رہنی چاہیے۔ ویسے تو اکثر جگہوں میں، گلی کوچوں میں مدارس عربیہ قائم ہیں۔ مگر تعلیم وتعلم کا کام کم۔ آوارہ گردی۔ بے راہ روی۔ آزادی حد سے زیادہ۔ شرح جامی پڑھا کر ہر چھوٹے سے چھوٹے مدرسے سے دستار عالمیت حاصل کرلی۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ یہی مال وزر کی لوٹ مار حرص وطمع کی بہتات۔ بے عمل علماء کی پیداوار ہوتی ہے۔ اور یہ طرح طرح کی خرافات عوام کے ذہن میں بھرتے رہتے ہیں۔ اور خود بھی بے عملیوں ومکاریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

لہٰذا ... ان مدارس عربیہ کے ارکان وذمہ دار حضرات سے اپیل ہے کہ اپنے طلبہ کو بہتر علم وعمل سے آراستہ کریں۔ پھر اپنا تعلق بڑے مدارس سے قائم کریں جہاں پر ان کی وضع قطع، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، اخلاق کے ماحول میں تربیت دی جارہی ہو۔ ان سے رابطہ قائم کریں۔ اور اپنے یہاں تعلیم دینے کے بعد اچھے مدرسوں میں کچھ دنوں کے لئے ضرور بھیجیں۔

مدارس کا قیام کوئی بہت اہم کام نہیں۔ مگر ان کا اہتمام ان کو صحیح ڈھنگ سے چلانا یہ بہت دشوار مرحلہ ہے۔ ہر مدرسہ میں ضرورت ہے تبلیغ کے اسرار ورموز سکھانے کی بچپن سے ہی تربیت دینا ضروری ہے۔ آزادی پر پابندی ہو تاکہ یہ قوم کو آگے چل کر بگاڑنے کے بجائے سدھاریں۔ اور خود سدھریں۔

آج وہ دور ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ کہ لوگوں نے۔ دولت کی طلب اور حرص ولالچ کا نام شریعت — تکبر وجاہ وریاست کا نام عزت وعلم، ریاء ونمود کا نام خوف الٰہی۔ دل میں کینہ وحسد رکھنے کا نام حلم وبردباری۔ لڑائی وجھگڑے کا نام بحث ومباحثہ — ہزیان طبع ہونے کا نام معرفت — نفسانی باتوں اور نفس کی شہوتوں کا نام محبت — خدا کی راہ سے منحرف اور بے دین ہونے کا نام فقر — حق تعالیٰ اور آخرت سے دور ہونے کا نام فنا فی اللہ — ترک شریعت کا نام طریقت۔ اسٹیجوں پر چیخنے کا نام تبلیغ۔ اور قوم کو تباہ وبرباد کرنے کا نام فلاح وبہبود رکھا ہے۔ بارگاہ مولیٰ میں عرض ہے کہ ہمیں اور انھیں اور سب کو سدھرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مخدوم محمد امیر عرف اکرام میناشاہ قدس سرہٗ

غیاث الدین احمد دارالعلوم مینائیہ، کربلا روڈ، گونڈہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کرمِ عام اور لطفِ خاص سے کام لیتے ہوئے گنہگار مخلوق کو اپنی رحمتوں سے محروم نہیں رکھا اور یہی وجہ ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانے میں خداوند قدوس نے گنہگار بندوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے اپنے نیک و برگزیدہ بندوں کو متعین فرمایا۔ ایسی برگزیدہ ہستیاں نہ صرف تاریخ کے ترازو کے ظاہری توازن کو برقرار رکھتی ہیں بلکہ ان کی پاک زندگیاں ان بلند مقامات اور مراحل پر پہنچ جاتی ہیں جہاں سے وہ اللہ تعالیٰ کی گم کردہ راہ مخلوق کے لئے چراغ راہ مینارۂ نور اور خضرِ راہ بن کر سامنے آتی ہیں۔ اس تسلیم شدہ حقیقت کے پیشِ نظر جب بھی ہم ہندوستان کی اسلامی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اور دوسری برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ ساتھ نامی گرامی حضرت سیدنا اکرام میناشاہ صاحب قبلہ گونڈوی کی پاکیزہ اور تابناک زندگی بھی ہمارے سامنے آتی ہے جو آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کے گل سرسبز ہیں۔ زبردست صاحب فیض، روحانی پیشوا ہیں۔ اور بھی دیگر سلاسل کے بزرگوں نے آپ کو خلافت و اجازت مرحمت فرمائی۔

ولادت باسعادت

حضرت کا نام نامی محمد امیر اور لقب اکرام میناہے آپ ۲۶ ررجب ۱۲۹۹ھ بروز پنجشنبہ شہر گونڈہ شریف محلہ ڈھلگران میں پیدا ہوئے عہد طفولیت ہی سے آپ کو اولیاء اللہ سے عقیدت تھی۔

کچھ وجوہ کی بنا پر حضرت کی توجہ حضرت سیدنا سخاوت اللہ شاہ صاحب قبلہ حیدرآبادی سندھ (جوان دنوں گونڈہ میں مقیم تھے) کی طرف مائل ہوگئی۔ انہوں نے بھی آپ کو خوش آمدید کہا۔ اور کچھ دنوں کے بعد جذب کی کیفیات اس درجہ پہنچ گئیں کہ آپ مضطرب ہوگئے۔ آپ نے بے حد کوشش کی کہ یہ جذب کی کیفیت ظاہر نہ ہونے پائے لیکن جب کسی طرح بھی جذب کی یہ کیفیت ضبط نہ ہوسکی تو آپ اسی عالم میں حضرت سیدنا سخاوت اللہ شاہ صاحب قبلہ کی تلاش وجستجو میں ایک دن گھر سے نکل پڑے اور جذبہ حصولِ مطلوب میں لنکا، سنگلدیپ، رنگون، چٹگاؤں، سندھ، کلکتہ، حیدرآباد، بمبئی اور دیگر مقامات کا پاپیادہ سفر در سفر فرماتے رہے لیکن جب حصولِ مطلوب میں کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو پھر گونڈہ شریف والدین کی خدمت میں تشریف لائے۔

والدین کی خدمت گزاری سے جو کچھ وقت بچتا ذکر و فکر میں صرف کرتے اور ہر وقت مراقبہ کی صورت اختیار کئے رہتے مگر یادِ محبوب دل سے نہ نکل سکی آخرکار خلوص و عقیدت کام آئی اور شمس العلماء حضرت سیدنا شاہ عبدالمجید صاحب قبلہ فرنگی محلی لکھنؤ کی صورت میں آپ کی دلی مراد بر آئی۔ حضرت شمس العلماء تو جیسے آپ کے منتظر ہی تھے۔ کمالِ شفقت

سے آپ پر توجہ فرمائی۔

آپ نے ان سے بیعت کی پندرہ سال مرشدِ برحق کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ ۱۳۲۱ھ میں آپ کو خلافت واجازت عطا ہوئی۔ آپ نے کئی مفید و مستند کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جس میں میلاد جاہل اوّل دوم قابلِ ذکر ہے بقیہ نسخے ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔

مسلسل چھ سال تک حالت استغراق میں گوپا یہیانی ضلع ہردوئی قیام پذیر رہے اور اسی حالت میں زیارت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اس کے بعد متعدد بار آپ کو دیدار سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت تھی۔

اخلاق و عادات

حضرت بے حد متواضع اور منکسر المزاج تھے ہر آدمی سے نرمی و اخلاق سے باتیں کرتے۔ کبھی کسی آدمی سے ناراض نہ ہوتے۔ لیکن اگر کسی شخص کو یہ شبہ ہوجاتا کہ آپ ناراض ہیں اور وہ اس کی بنار پر آپ سے معذرت چاہتا تو آپ اس انداز میں اسے جواب دیتے کہ گویا اس کی یہ غلط فہمی ہے۔ اپنے خلفاء و مریدین کو بھی یہی ہدایت کی تھی کہ وہ کبھی کسی کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئیں اور کسی کو دکھ ٹھیس نہ پہنچائیں بلکہ اگر کوئی شخص تکلیف دہ اور دلآزار رویہ اختیار کرے تو اسے برداشت کیا جائے۔

حضرت فرماتے تھے کہ ہم سب کو نرمی سے کام لینا چاہئے فقیروں کا کام دلوں کو یکجا کرنا ہے زیادہ سے زیادہ دلوں کو ملانا ہے اس میں جتنی بھی مشکلات پیش آئیں وہ خندہ پیشانی سے برداشت کرنی چاہئیں آپ کو اگر کبھی کسی سے تکلیف پہنچتی یا آپ کو برا بھلا کہتا تو آپ کی زبان پر یہ اشعار جاری ہوجاتے ہے

لاکھ گالی کوئی دے تم کو زباں کو لو چپ ہو
نیکیاں تم انکی لے لو آہ نہ کھینچو چپ ہو
کہہ لے جو چاہے مخالف ہر فنا نمودیں تھیں
دل کو اپنے صبر کے میزاں میں تولو چپ ہو

آپ کے انھیں علمی و روحانی، ظاہری و باطنی کمالات اور فضائل و محاسن و اخلاق حمیدہ کا یہ اثر تھا کہ جو شخص کبھی بھی آپ کی خدمت میں ایک بار حاضر ہوگیا وہ آپ کا غلام بن جاتا تھا۔

آپ کے تقریباً ہزاروں مرید تھے آپ نے خدا کے در سے پھرے ہوئے ہزاروں انسانوں کے سر کو خدائے تعالیٰ کے دربار میں جھکا دیا۔ آپ نے سات مرتبہ حج فرمایا اور دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب و غریب روحانی نعمتیں اپنے دامن میں لئے واپس تشریف لائے۔

آستانہ عالیہ

حضرت سے بے شمار کرامتیں ظہور میں آئیں لیکن آستانہ عالیہ اور صاحب سجادہ اور مدرسہ جو حضرت ہی کے نام سے منسوب ہے آج زندہ و جاوید کرامات کی شکل میں موجود ہے۔

صاحب سجادہ حضرت مینا شاہ صاحب جو کبھی فلمی دنیا کے ایک آزاد خیال اور ترقی پسند انسان تھے۔ دولت و ثروت، عزت و شہرت غرضیکہ ہر آسائشیں آپ کو میسر تھیں مگر حضرت کے نگاہِ کرم کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ آپ نے دنیا کی ساری آسائشوں اور نام و نمود کو خیرباد کہہ کر فقیرانہ زندگی اختیار فرمالی۔ آج صاحب سجادہ تواضع، حلم، تسلیم و رضا، تقویٰ و پرہیزگاری کی دلآویز تصویر ہیں۔ آپ کی عبادات میں خشوع اور خضوع کی جھلک نظر آتی ہے اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار بدرجہ اتم آپ کے اندر پائے جاتے ہیں۔ حضرت صاحب آستانہ ہی کی اجازت سے خانقاہ سے متعلق حضور صاحب سجادہ نے ایک دینی ادارہ بھی قائم فرمایا اور اس کی فلاح و بہبود اور ترقی میں کوشش کی۔ جس طرح خلق خدا کی خدمت دربار مینائیہ عالیہ سے ہو رہی ہے اسی طرح مدرسہ امیر العلوم مینائیہ بھی قوم و ملت فلاح اور خدمتِ خلق کا نہایت شاندار نمونہ ہے جو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے روحانی فیوض اور کرامت کا اشارہ و سبق دیتا ہے۔

خانقاہ مینائیہ جس سرزمین پر قائم ہے وہ کربلا مینا نگر سے جانی پہچانی جاتی

ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں بیس سال قبل انسان کا گزر ایک تعجب خیز امر تھا لوگ دن کے اجالے میں بھی اس سرزمین سے گزرنا ناپسند کرتے تھے مگر حضرت مولائی اکرام مینا شاہ نے جب اپنا جائے آرام اسی کربلا کی زمین کو پسند فرمایا تو قدرت کا عجب فضل وکرم اس سرزمین پر برس پڑا اور وہی جنگل و بیابان آج ایک اللہ کے برگزیدہ بندے کے قدوم سے شرف یاب ہو کر ایک لہلہاتے گلشن کی شکل اختیار کر چکا ہے اگر ایک طرف آستانۂ عالیہ مرجع خلائق بنا ہوا ہے تو دوسری طرف مدرسہ مینائیہ ——

جہاں شب و روز قال اللہ وقال الرسول کی دلکش صدائیں ہیں جو راہ چلتے انسانوں کے ایمان و قلوب کو منور کر رہی ہیں۔

حضور سیدنا اکرام میناشاہ کی نگاہِ ولایت کا یہ ایسا گراں قدر نمونہ ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ سچ کہا کسی نے ؎

سرکار کا دیوانہ جس سمت نکل جائے
بگڑی ہوئی راہوں کا نقشہ ہی بدل جائے

پوری زندگی آپ نے عبادتِ الٰہی اور بندگانِ خدا کی خدمت میں بسر فرمائی۔ آپ کی خانقاہ سے سیکڑوں فضلاء وصوفیاء پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے چراغ اسی ماہتاب ہدایت سے روشن کئے اور دنیا میں اجالا پھیلایا اور اس طرح آپ کے ابر کرم سے ہند کا گوشہ گوشہ فیض یاب ہوا۔

حضرت حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری

اختر حسین فیضی جہانا گنج، اعظم گڑھ، یو۔پی

تعارف مولانا حسن رضا خاں بریلوی مرحوم بریلی کے ایک علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے دینی رہنمائی اور فیوض رشد وہدایت کے علاوہ یہ خاندان شعر وادب کے بیش بہا خزائن کا بھی مالک ہے۔ حسن بریلوی نے حمد ونعت، غزل، مثنوی، رباعی، تاریخ قصائد، منقبت، غرض ہر صنف شعر میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا اپنے وقت کے استاذ فن تھے۔ انھیں فصیح الملک بلبل ہند نواب مرزا خاں داغ دہلوی سے شرف تلمذ تھا۔ وہ عرصہ دراز تک مرزا داغ کے ساتھ دربار رامپور میں رہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے برادر اکبر مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں استاذ مرزا داغ کو سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا "مولوی ہوکر ایسے اچھے شعر کہتا ہے"
(مولانا ماہر القادری، ماہنامہ فاران کراچی ستمبر ۱۹۷۳ء ص ۴۵)

مولانا کی زبان بامحاورہ، شگفتہ، دل نشین اور انداز بیان رنگین اور دل فریب ہے۔ رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی حضرت حسن رضا بریلوی کے بارے میں رقمطراز ہیں:۔

"شعر وسخن کا ذوق حضرت حسن کو ابتدا ہی سے تھا کچھ روز تک بطور خود مشق کرتے رہے۔ اس کے بعد مرزا داغ کو اپنا کلام دکھانا شروع کر دیا اور ایک مدت تک رامپور میں رہ کر استاذ کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے یہاں تک کہ بجائے خود استاذ مستند قرار پائے۔

شاگردان مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پایہ شاعری بہت بلند تھا۔ انھوں نے اپنے انداز سخن کو استاذ کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر قطعوں میں داغ حسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (اردوئے معلی علی گڑھ جون ۱۹۱۲ء)

مشہور ناقد وادیب نیاز فتحپوری کے سالنامہ نگار کے "داغ دہلوی نمبر" میں حسن بریلوی کا تذکرہ اس طرح ہے۔

"حاجی مولانا حسن رضا خاں بریلوی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب کے چھوٹے بھائی شعر وسخن کا طبعی وفطری ذوق تھا۔ غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے مالک تھے۔ مزاج میں شوخی وشگفتگی اور زندہ دلی تھی۔ حضرت داغ کے ارشد تلامذہ میں شمار تھا۔ نعتیہ کلام میں ان کا دیوان "ذوق نعت" اور عاشقانہ میں "ثمر فصاحت" یادگار ہے۔ (ص ۱۳۳ سالنامہ نگار ۱۹۵۳ء داغ دہلوی نمبر)

مولانا حسن رضا خاں (۱۲۷۶ھ — ۱۸۶۰ء) میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں عالم باعمل اور صوفی صافی بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے

والد مکرم اور اپنے برادر بزرگ (امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ) کے حلقۂ فیض میں حاصل کی۔ اپنی خاندانی روایات کے مطابق شعر وشاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا۔ زبان ومحاورے پر قدرت حاصل تھی۔ ۱۳۱۹ھ میں "ثمر فصاحت" کے نام سے اپنی غزلیات کا مجموعہ ترتیب کیا۔ حج بیت اللہ کی واپسی کے بعد ۱۳۲۶ھ میں "ذوق نعت" کے نام سے اپنی نعتوں کا مجموعہ مرتب کیا اور ۱۳۲۶ھ ہی میں پچاس برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا "مغفور" تاریخ وفات ہے۔ مولانا نے کئی دینی اور مذہبی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ [1] اور بریلی کے کئی باذوق شعراء نے ان کے دامن فیض میں تربیت پائی۔ ان کے پسر اکبر حکیم مولوی حسین رضا خاں مرحوم حال ہی میں ہری پورہ ہزارہ (پاکستان) میں فوت ہوئے۔ چھوٹے صاحبزادے مولوی حسنین رضا مرحوم نے بریلی میں ۱۹۸۱ء میں انتقال فرمایا۔ حکیم مولوی حسین رضا کے صاحبزادے مولوی حسن رضا خاں کے پوتے ہری پور (ہزارہ) میں مقیم ہیں۔ مولانا حسنین رضا کے صاحبزادے مولوی تحسین رضا خاں صاحب جامعہ نوریہ رضویہ بریلی کے مدرس اول ہیں اور اپنے قابل فخر اجداد کی شمع علم روشن کئے ہوئے ہیں۔

ذوق نعت

مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "ذوق نعت" کے نام سے شائع ہوا۔ ذوق نعت کی ترتیب میں عام اساتذہ کے دیوان کی طرح حروف تہجی کا التزام ہے۔ اس طرح ہر ردیف میں نعتیں کہی گئی ہیں۔ بلکہ بعض سنگلاخ زمینوں میں بھی جن میں نعتیہ مضامین ادا کرنا آسان نہ تھا، کامیاب نعتیں کہی ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کے نعتیہ کلام کا جائزہ لیا جارہا ہے ان کے کلام کی بڑی خوبی مضمون آفرینی ہے۔ عموماً نعت گو شعراء کے کلام میں وہی چند گنے چنے مضامین ہوتے ہیں جو مختلف الفاظ کے ذریعے جلوہ آرا ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن مولانا حسن کی نعتوں میں ندرت خیال بھی ہے اور حقیقت آرائی بھی۔ نعت گو شعراء کو محبوب کے حسن وجمال اور حسن سیرت کے بیان میں عموماً کذب اور مبالغے سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ اور محبوب کے حقیقی صفات ہی کی نقاب کشائی کرنا پڑتی ہے۔ مولانا حسن نے اس حقیقت کو کہیں بھی نظرانداز نہیں کیا۔ مولانا ہر شعر میں موقع کی اہمیت اور نزاکت کے مطابق نہایت مناسب اور موزوں الفاظ اور برمحل محاورات استعمال کرتے ہیں۔ تشبیہات نہایت لطیف اور عام فہم ہیں اس لئے ان کا کلام فصاحت اور بلاغت کا خزینہ بن گیا ہے۔ اب ہم مولانا کی نعتوں کی خصوصیات پر فرداً فرداً نظر ڈالتے ہیں۔

مضمون آفرینی

مولانا نعت گوئی میں دوسرے نعت گو شعراء کے نقال نہیں وہ ہر مقام اور ہر جگہ پر نئی بات کہنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بہت سے اشعار میں نئے نئے مضامین ہیں۔ ذیل میں کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں جن میں ندرت خیال موجود ہے۔ اور مضمون آفرینی کا حق ادا کیا گیا ہے ؎

قُل کہہ کے اپنی بات بھی لب سے ترے سنی
اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند

مرزا غالب کا ایک شعر ہے ؎

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

غالب کا خیال ہے کہ کچھ حسینوں کی شکلیں تو لالہ وگل کی صورت میں ظاہر ہوگئیں اور بہت سی مٹی ہی میں دب کر رہ گئیں۔ لیکن مولانا کو اس سے اتفاق نہیں انھوں نے اس سے ایک نیا مضمون پیدا کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

کر گیا آخر لباس لالہ وگل میں ظہور
خاک میں ملتا نہیں خونِ شہیدانِ جمال

---

[1] مثلاً نگارستان لطافت، آئینۂ قیامت، دین حسن، رنگ مرتضوی، وسائل بخشش، صمصام حسن وغیرہ۔

امیر مینائی کا شعر ہے ؎

حور بن کر تیرے کشتے کی قضا آئی ہے
دامن تیغ سے جنت کی ہوا آئی ہے

مولانا حسن فرماتے ہیں ؎

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

اور پھر کہا ؎

شہید ناز کی تفریح زخموں سے نہ ہو کیوں کر
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغ جنت کی

ندرت خیال کی رنگا رنگ جلوہ آرائی یہاں بھی ملاحظہ ہو ؎

الٰہی دھوپ ہو ان کی گلی کی
مرے سر کو نہیں ظل ہما خوش

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی
منہ پھیر بیٹھیں ہم تری دیوار کی طرف

مولانا حسن کی نعتوں کے بعض اشعار بالکل نئے خیالات ہیں جو پیشتر ازیں کہیں سننے میں نہیں آئے۔ مثلاً فرمایا ہے ؎

الٰہی بعد مردن پردہ ہائے حائل اٹھ جائیں
اجالا میرے مرقد میں ہو ان کی شمع تربت کا

دونوں جہاں کی شاہی ناکتخدا دلہن تھی
پایا دلہن نے دولہا صبح شب ولادت

بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے
مل مل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج

حسن الفاظ — مولانا حسن بریلوی کو چونکہ زبان اور محاورے پر بہت قدرت حاصل ہے اس لئے بسا اوقات الفاظ کے تقدم و تاخر سے بھی مضمون پیدا کر لیتے ہیں ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ ؎

خدا کا وہ طالب خدا اس کا طالب
خدا اس کا پیارا وہ پیارا خدا کا

اللہ کا محبوب ہے جو تمھیں چاہے
اس کا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو

تضاد الفاظ — بیشتر اشعار میں الفاظ کے تضاد سے مضمون پیدا کیا ہے ملاحظہ ہوں ذیل کے اشعار ؎

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

نکالا کب کسی کو بزم فیض عام سے تم نے
نکالی ہے تو آنے والوں کی حسرت نکالی ہے

حسن کا درد دکھ موقوف فرما کر بحالی دو
تمہارے ہاتھ میں دنیا کی موقوفی بحالی ہے

تکرار الفاظ — بیشتر اشعار میں تکرار الفاظ سے اچھوتے مضمون نکالے ہیں اور ان میں ایک حسن پیدا کر دیا ہے ؎

ترا دردِ الفت جو دل کی دوا ہو
وہ بے درد ہے نام لے جو دوا کا

فانی فانی ہستی فانی
باقی باقی، باقی فانی
میرا تیرا ایک ہے پیارے
میں بھی فانی تو بھی فانی!
قول حسن سن قول حسن سن
باقی باقی، فانی فانی

مترادف الفاظ — مولانا حسن بریلوی نے بعض اشعار میں مترادف الفاظ یا آپس میں ملتے جلتے

الفاظ یا ذو معنی الفاظ لاکر اچھے اچھے مضمون پیدا کئے ہیں۔ چند مثالیں حاضر ہیں ؎

ٹو بیاں مقام کے گر عرش بریں کو دیکھیں
اونچے اونچوں کو نظر آئے نہ رفعت تیری

رنگ چمن آرائی اڑانے کو ہوا میں
چلتی ہے ہوا دامن مولیٰ سے لپٹ کر

نہ کوئی دوسرا میں تجھ سا ہے
نہ کوئی دوسرا ہوا تیرا
نہ ہوگا دو قدم کا فاصلہ بھی
الہ آباد سے احمد نگر تک

تواتر و تقسیم مولانا کو زبان پر اس قدر قابو اور بیان پر اتنی قدرت حاصل ہے کہ اشعار میں جا بجا صنعت تواتر اور صنعت تقسیم کا لطف پیدا کر دیا ہے ؎

ہوا بدلی گھرے بادل، کھلے گل، بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہار جانفزا آئی گلستاں میں

باغ فردوس کھلا، فرش بچھا، عرش سجا
اک ترے دم کی یہ سب انجمن آرائی ہے
کھیت سرسبز ہوئے، پھول کھلے، میل ڈھلے
اور پھر فضل کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے

قطرہ قطرہ ان کے گھر سے بحر عرفاں ہو گیا
ذرہ ذرہ ان کے در سے مہر تاباں ہو گیا

رعایات لفظی حسن بریلوی نے کلام میں رعایات الفاظ سے بھی معنوی خوبیاں پیدا کی ہیں اب تک جتنی مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں رعایات لفظی کا حسن قابل داد ہے اہل فن اسے مراعات النظیر کہتے ہیں اس کی مثالیں درج ذیل ہیں ؎

چارا ضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے
ناخن عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا
وحشئ عشق سے کھلتا ہے تو اے پردۂ یار
کچھ نہ کچھ چاک گریباں سے ہے رشتہ تیرا

اس قسم کے بیشتر اشعار ہیں بعض اشعار میں کئی کئی صنعتیں اور رعایتیں ہیں۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ باقی کی تلاش مذاق سلیم پر چھوڑتا ہوں فرمایا ہے ؎

جود دریا دل کے صدقے سے بڑھے
بڑھتے بادل کو گھٹا کہنا خطا

بڑھتے، اور گھٹا، میں تضاد الفاظ ہے دریا دل اور بادل میں حرفی مماثلت ہے، گھٹا اور خطا ہم قافیہ ہیں، بادل اور گھٹا سے جو لطف پیدا ہوا ہے وہ ظاہر ہے دریا اور دل میں بھی مناسبت ہے۔

محاورات کلام میں زبان اور محاورے کی چاشنی عام ہے۔ شاید ہی کوئی شعر محاورے سے خالی ہوگا۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

کیوں تمنا مری مایوس ہوا اے ابر کرم
سوکھے دھانوں کا مددگار ہے چھینٹا تیرا

اگر پیوند ملبوس پیمبر کے نظر آئے
ترا اے حلۂ شاہی کلیجہ چاک ہو جاتا

سوکھے دھانوں کی بھی خبر لے لے
کہ ہے بادل گھرا ہوا تیرا

بے ساختگی ان کے بیسوں اشعار بے ساختہ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے تکلف باتیں کر رہے ہیں۔ نثر نے شعر کا روپ دھار لیا ہے۔ ایسے اشعار نثر بھی ہیں شعر بھی چند مثالیں پیش خدمت ہے ؎

مجرمو! ان کے قدم پر لوٹ جاؤ
بس رہائی کی یہی تدبیر ہے

زمین کوئے نبی کے جو لیتے ہیں بوسے
فرشتگان فلک ان کو پیار کرتے ہیں

کون سے دل میں نہیں یادِ حبیب
قلبِ مومن مصطفیٰ آباد ہے

ایک نعت میں مسلسل ایسے ہی بے ساختہ اشعار آئے ہیں فرماتے ہیں ؎

خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی
خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہوگا
پکڑ کے ہاتھ کوئی حالِ دل سنائے گا
تو ان کے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہوگا
کوئی قریب ترازو کوئی لبِ کوثر ...
کوئی صراط پہ ان کو پکارتا ہوگا
کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوا اِلٰی غَیْرِی
مرے حضور کے لب پر اَنَا لَهَا ہوگا

تشبیہات مولانا نے حتی الامکان تشبیہات اور استعارات کا استعمال کم کیا ہے لیکن جہاں کہیں کیا ہے استعارے عام فہم اور تشبیہات نہایت لطیف ہیں۔ جن سے شعر کا اثر اور لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ان کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے

چمک جاتا مقدر جب دُرِ دنداں کی طلعت سے
نہ کیوں رشتہ گہر کا رشتۂ مسواک ہو جاتا
بہارِ خلد صدقے ہو رہی ہے روئے عاشق پر
کھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیرے مسکرانے سے

اصلیت و حقیقت حسنؔ بریلوی کی نعتوں میں بہت سے حقائق بھی بیان ہوئے ہیں۔ آپ نے بعض اشعار میں استن حنانہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہوئے ایک لکڑی کا سہارا لیتے تھے۔ جو زمین پر نصب کی ہوئی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر بنایا گیا تو اس لکڑی کو جو کھجور کے درخت کا خشک تنا تھا۔ نکال دیا گیا تو وہ لکڑی چیخ چیخ کر روئی اس لئے اسے حنانہ (نوحہ کرنے والی) کہا گیا ہو۔ حضور نے اس پر دست مبارک رکھا تو وہ خاموش ہوئی۔ پھر اسے دفن کر دیا گیا۔ مولانا کے اشعار مذکورہ بالا واقعہ کی روشنی میں ملاحظ فرمائیں ؎

تمھارے ہجر کے صدموں کی تاب کس کو ہے
یہ چوبِ خشک کو بھی بے قرار کرتے ہیں

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

تو وہ محبوب ہے اے راحتِ جاں تیرے لئے
ہیزمِ خشک کو تڑپا گئی فرقت تیری

مشکل زمینیں چونکہ نعت گوئی عام شعر گوئی سے مشکل فن ہے۔ اس لئے نعتیں عموماً سادہ اور آسان زمینوں میں کہی گئی ہیں۔ سنگلاخ زمینوں میں نعتیہ مضامین نکالنا بہت مشکل کام ہے۔ مولانا نے بعض مشکل اور سنگلاخ زمینوں میں بھی کامیاب نعتیں کہی ہیں۔ اور اس طرح اردو ادب میں نعتیہ مضامین کا دائرہ زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ ذیل میں ان کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ؎

پائیں صحرائے مدینہ تو گلستاں مل جائے
ہند ہے ہم کو قفس ہم ہیں اسیرانِ قفس
قافلے دیکھتے ہیں جب سوئے طیبہ جاتے
کیسی حسرت سے تڑپتے ہیں اسیرانِ قفس

خاک طیبہ کی اگر دل میں ہو رفعت محفوظ
عیب کوری سے رہے چشم بصیرت محفوظ
دل میں روشن ہو اگر شمع ولائے مولی
دزد شیطاں سے رہے دین کی دولت محفوظ

مولانا نے ان مشکل زمینوں میں جو نعتیں کہی ہیں ان میں رسمی اشعار نہیں بلکہ زبان اور بیان اور فن کی خوبیوں کے ساتھ خیالات میں ندرت بھی ہے اور بعض حقائق بھی بیان ہوئے ہیں۔ ایسے چند اشعار اور حاضر ہیں ؎

آباد کر خدا کے لئے اپنے نور سے
ویران دل ہے، دل سے زیادہ کھنڈر دماغ
ہر خار طیبہ زینتِ گلشن ہو عندلیب
نادان ایک پھول پر اتنا نہ کر دماغ
شاید کہ وصف پائے نبی کچھ بیاں کرے
پوری ترقیوں پہ رسا ہو اگر دماغ

صنعت تلمیح آپ کی نعتوں میں آیات واحادیث بھی نہایت خوش اسلوبی سے نظم ہوئی ہیں۔ ایسے اشعار جن میں کسی واقعے یا قصے یا آیت وحدیث یا کسی مقولے کی طرف اشارہ ہو، اہل فن اسے صنعت تلمیح کہتے ہیں۔ ذیل کے اشعار آیات کے حوالوں سے مزین ہیں ؎

نعمت اَسْتَجِبْ سے پائے بھیک
ہاتھ پھیلا ہوا مرا یارب

اترنے لگے مَا رَمَیْتَ یَدُ اللّٰہ
چڑھی ایسے زوروں پہ طاقت کسی کی
فترضیٰ نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہوجائے راضی طبیعت کسی کی

ذیل کے اشعار میں احادیث کا حوالہ ہے ؎

کہیں گے اور نبی اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِی
مرے حضور کے لب پر اَنَا لَھَا ہوگا

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ کا لمعان نقش پا
ظلمت میں راہبر ہے رہ مستقیم کا

ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جو کوئی ان میں سے کسی کی اقتدا کرے گا ہدایت پائے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ رات کو صحرا سمندر اور فضا میں مسافر ستاروں سے رہبری حاصل کرتے ہیں آخری شعر دیوان غزلیات سے لیا گیا ہے۔

رباعیات رباعی کہنا ذرا مشکل فن ہے۔ بعض نافہم لوگ ہر چار مصرع کی نظم کو رباعی کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ رباعی کے اوزان مخصوص ہیں، رباعی کا مخصوص وزن میں ہونا ضروری ہے، اگر چہار مصرعی رباعی کے وزن میں نہیں تو اسے رباعی کے بجائے قطعہ کہنا چاہئے، مولانا حسن کی رباعیات رباعی کے اوزان میں ہیں۔ درج ذیل رباعی کی مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

یاران نبی کا وصف کس سے ہو ادا
ایک ایک ہے ان میں ناظم بزم ھدا
پائے کوئی کیوں کر اس رباعی کا جواب
اے اہل سخن جس کا مصنف ہو خدا

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

جو لوگ خدا کی ہیں عبادت کرتے
کیوں اہل خطا کی ہیں حقارت کرتے
بندے جو گنہگار ہیں وہ کس کے ہیں
کچھ دیر اسے ہوتی ہے رحمت کرتے

نعتیہ دیوان کے آخر میں دو مسدسیں، دو تین چھوٹی، چھوٹی مثنویاں اور بارہ رباعیات ہیں، ایک مسدس معراج سے متعلق ہے۔ اور ایک مثنوی میں سیدنا عبدالقادر جیلانی کی زندگی کے بعض واقعات نظم کئے ہیں۔

ماخوذ:۔ (۱) شعر حسن، از نظیر لدھیانوی، رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۳ء
(۲) سیرت اعلیٰ حضرت، از مولانا حسنین رضا سنّی رضوی اکیڈمی مارشش افریقہ ۱۹۸۳ء
(۳) امام احمد رضا نمبر (ماہنامہ قاری دہلی) ۱۹۸۹ء
(۴) ماہنامہ حجاز جدید دہلی جنوری، فروری ۱۹۹۱ء

امام احمد رضا پر عالمگیر قلمی تحریک

محمد فروغ القادری ڈربن، ساؤتھ افریقہ

دُنیا والے جب آسمانی ہدایت کو بھلا کر گمراہی میں پڑ جاتے ہیں اور یہ دنیا رشد و ہدایت کی بجائے فساد و ضلالت کی آماجگاہ بن جاتی ہے تو حضور پُر نور جان رحمت سراپا ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مأۃ سنۃ من یجدّد لھا امر دینھا۔ (سنن ابوداؤد شریف) کے مطابق ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا کرتا ہے جو تجدید دین اور احیاے سنت کا نہایت اہم فریضہ انجام دیتا ہے، سب سے پہلے تجدید کا مفہوم حقیقی سمجھ لینا ضروری ہے تاکہ مجدد کا منصب اور اس کا دائرہ کار اور اختیار سمجھنے میں آسانی ہو۔

سراج منیر میں ہے:- معنی التجدید الاحیاء مما اندرس من العمل بالکتاب والسنّۃ والامر بمقتضاھا۔

"یعنی تجدید دین سے مراد ہے کتاب و سنّت کو زندہ کرنا جو مٹتا جا رہا ہو اور کتاب و سنت کی منشار کے مطابق حکم جاری کرنا"

علامہ مناوی فرماتے ہیں:- ای یبین السنّۃ من البدعۃ و یذل اھلھا۔

یعنی مجدد سنت کو بدعت سے علیحدہ کرتا ہے اور اہل بدعت کو ذلیل کرتا ہے۔ مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ ظلمت و تاریکی، ضلالت و گمراہی، بدعات و منکرات، جہالت و نادانی کے ماحول میں رشد و ہدایت کے افق پہ ایک مجدد ایسا روشن اور تابناک ستارہ بن کر طلوع ہوتا ہے جس کی جلوہ سامانیوں سے اندھیری رات کے مسافروں کے راستے کا ہر پتھر چراغ راہ بن جاتا ہے۔ تیرھویں صدی ہجری کی اخیر دہائیوں میں لوح و قلم کے جس بے تاج بادشاہ نے اپنی فکری بصیرت اور قلمی طمطراق کی بنیاد پر ایوان باطل میں جو ارتعاش پیدا کیا تھا جو زلزلے ڈالے تھے اس کی دھمک آج بھی محسوس کی جا رہی ہے۔

بھارت کے تجارتی شہر بریلی میں پیدا ہونے والے اس مجدد اور چودھویں صدی کے عظیم اسکالر کا نام احمد رضا خاں ابن نقی علی خاں تھا۔ گزشتہ صدیوں میں پیدا ہونے والے مجددین کرام کا مقابلہ بھی حوادثات زمانہ کے بے پناہ فتنوں اور اضطرابی لہروں کے ساتھ تھا تاہم چودھویں ہجری کے اوائلی دہائیوں میں جن فتنوں نے سر ابھارا اور ایمان و یقین کے خرمن میں جو آگ لگائی گئی اس کی نظیر گزشتہ دہائیوں میں نہیں ملتی۔ حقیقت حال کے انکشاف کے لئے ذیل میں جس کی چند اہم مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ چودھویں کے اس مجدد اور عظیم اسکالر کے آفاقی اور علمی کارناموں کو اس تناظر میں اچھی طرح محسوس کیا جا سکے ——— اب چودھویں صدی میں پیدا ہونے والے فتنوں کا ایک طائرانہ جائزہ لیجیے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے پاک نہیں۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کذب اور دوسرے نقائص و عیوب پر قادر ہے۔
۳۔ نبی کی حیثیت گاؤں کے چودھری کی سی ہے۔
۴۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ہونا ممکن ہے۔
۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور الہام میں غلطی کا امکان

تھا اسکے علاوہ اور بھی دیگر ایسے توہین آمیز خیالات ہیں جنھیں سن کر خود بھی کفر و شرک کے ماتھے پہ پسینہ آجائے۔ یہ وقت کا اٹھتا ہوا ایک سیلاب بلا تھا جس کے سامنے امام احمد رضا آخری چٹان بن کر کھڑے ہو گئے، اور باد سموم کے تند و تیز جھونکوں کے سامنے عشق و عرفان کے جس چراغ کو جلایا تھا اس کی روشنی برصغیر ہند و پاک بلکہ پوری دنیا میں محسوس کی جارہی ہے۔ اہل ذوق قارئین نے "الدولۃ المکیۃ" نامی فاضل بریلوی کی وہ کتاب یقیناً دیکھی ہوگی یہ اس شب خوں کا جواب تھا جو برسوں پہلے نجد کے ایوانوں سے ایمان و یقین کے نشیمن پہ مارے گئے تھے۔

مگر اس مقام پہ ہمیں اظہار افسوس بھی ہے کہ بعض ارباب بست و کشاد نے چودہویں صدی کے اس مجدد اور نابغۂ روزگار شخصیت کا تقابل و تعارف محض دیو بندیت یا نجدیت کے جواب میں کرایا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک عظیم اسکالر کی دیگر علمی کاوشیں حزب مخالف کی الزام تراشیوں کے غبار آلود بادل میں چھپ گئیں۔

جبکہ فاضل بریلوی نے جن علوم و فنون میں کمال تبحر کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے وہ تقریباً ایک ہزار مجلدات و رسالات اور ضخیم کتب کی شکل میں پھیلے ہوئے ہیں جس کی مثال اگلی چند صدیوں میں بھی نہیں ملتی۔ اس قدر تصانیف کے علاوہ آپ نے مختلف علوم و فنون کی بہت سی کتابوں کے حواشی بھی تحریر فرمائی ہے۔ خاص طور پہ آپ کا علمی شاہکار فتاوی رضویہ قابل ذکر ہے جس کا پورا نام "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ" ہے جو بارہ مجلدات پہ مشتمل ہے ہر مجلد بڑے سائز میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور اکثر فتاوی بجائے خود تحقیقی مقالات و رسائل کا حکم رکھتے ہیں۔

علوم قدیمہ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ خصوصاً فلسفہ جدیدہ، سائنس، جغرافیہ، علم الحساب، علم فلکیات، علم کیمیا، علم النجوم، علم حیاتیات میں آپ نے جو رسالات و مقالات تحریر فرمائے ہیں انہیں دیکھنے کے بعد یہ یقین نہیں ہوتا کہ مسند افتاء پر بیٹھ کر کیا کوئی عالم دین علوم جدیدہ میں اس قدر مہارت تامہ رکھتا ہوگا۔

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

خدائے قدیر و جبار کا بے پناہ شکر و احسان ہے جس نے چند ارباب علم و دانش کی توجہات کو اس طرف مرکوز کرایا ہے جو اپنے سینے میں قوم کے فرزندوں کے تعلق سے جذب دروں رکھتے ہیں، وہ پھر سینۂ صحرا سے حباب اٹھا ہے۔ اور اب عالمی طور پہ فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے مقالات و تحاریر پڑھے جارہے ہیں۔

ابھی کچھ دنوں پہلے "الجمعیۃ الرضویۃ العالمیۃ" یعنی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل نے (جس کا راقم الحروف خود بھی ایک خادم ہے) حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی المدیر العام للجمعیۃ السنیۃ الرضویہ العالمیۃ کی نگرانی میں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے متعدد رسالات و کتب کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے جس میں "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" اور نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" حصہ اول کی نصف نعتوں کا ترجمہ قابل ذکر ہے، جو ادارے کے ذاتی پریس میں چھپ کر یورپ، امریکہ، افریقہ اور برصغیر ہند و پاک تک پھیل چکے ہیں جبکہ حدائق بخشش کے بقیہ صفحات اور دیگر اہم رسائل کے تراجم تا ہنوز جاری ہیں۔

پاکستان میں پروفیسر مسعود احمد صاحب کی تحریریں جو خالص رضویات سے متعلق ہیں۔ موصوف نے فاضل بریلوی کی علمی و فکری کاوشوں کا نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ جائزہ پیش کیا ہے جسے پڑھ کر جمالیاتی طبیعت میں کیف و سرور کا احساس یقیناً ہوتا ہے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پاکستان ان دنوں عالمی طور پر رضویات کے تعلق سے سرگرم عمل ہے ابھی گزشتہ دنوں

پاکستان میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام امام اہلسنت فاضل بریلوی کی علمی و آفاقی شخصیت پر ایک عالمی سیمینار منعقد ہوا جس میں اقطار عالم سے متعدد ارباب علم و دانش، اہل قلم اور اسکالرس نے شرکت کی اور مقالات پڑھے گئے جبکہ اس سے قبل بھی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی طرف سے "امام احمد رضا کانفرنس" ہوئی تھی جس میں پاکستان کے مشاہیر علمی اشخاص وہاں موجود تھے خصوصاً علامہ شمس بریلوی مدظلہ العالی، جسٹس عبدالحکیم، جسٹس قدیرالدین، اور پاکستان کی نمایاں سیاسی شخصیت جناب کوثر نیازی جیسے ارباب بست وکشاد کانفرنس میں شریک تھے اور فاضل بریلوی کے مختلف عنوانات پر ان سبھوں کی تقریریں بھی ہوئیں۔ جس میں محترم کوثر نیازی صاحب کی تقریر یقینی طور پر اہمیت کی حامل ہے فاضل بریلوی کے ہمہ جہت کارناموں اور ان کی آفاقی خدمات پر انھوں نے جس طرح روشنی ڈالی ہے وہ چند امتیازی کیفیات سے مکیف ہوکر سامنے آتی ہے جسے پڑھ کر عالمی جامعات کے تناظر میں امام احمد رضا ایک جہان حیرت محسوس ہوتے ہیں۔ امام احمد رضا کانفرنس کراچی میں محترم کوثر نیازی صاحب کی اس تقریر کو سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل نے اپنے ڈربن (ساؤتھ افریقہ) برانچ کے زیر اہتمام "A VERSATILE PERSONALITY" کے نام سے شائع کیا جو تقریباً پچیس صفحات سے بھی زائد پر مشتمل ہے۔

اس وقت پاکستان کی مشہور علمی و ادبی شخصیت حضرت علامہ شمس بریلوی فتاویٰ عالمگیر اور فتاویٰ رضویہ کا تقابلی مطالعہ لکھ رہے ہیں جو تادم تحریر آٹھ سو سے بھی زائد اوراق پر پھیل چکے ہیں۔ کمال حیرت تو یہ کہ اس وقت مشرقی دنیا سے زیادہ مغربی دنیا امام احمد رضا کو پڑھ رہی ہے یہ کام تو اور بھی پہلے ہوتا تاہم ان راہوں میں سب سے زیادہ ہماری بے اعتنائیاں اور تغافل کارفرما تھے مگر ان ممالک میں پہلی بار جب "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" (از امام احمد رضا قدس اللہ سرہ) کا انگریزی ترجمہ "THE REVOLVING SUN AND THE STATIC EARTH" کے نام سے پہنچا تو آکسفورڈ "OXFORD" اور کیمبرج "CAMBRIDGE" میں علوم جدیدہ کے بڑے بڑے ماہرین انگشت بدنداں رہ گئے۔

دراصل امریکی ماہر فلکیات پروفیسر البرٹ ایف پورٹا "PROF. ALBERT PORTA" نے ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے تعلق سے اپنے ایک مقالے میں ایک اتفاقی زمینی حادثہ کی خبر شائع کی تھی جسے تفصیلی طور پر بنکی پور پٹنہ بہار انڈیا سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ ایکسپریس "EXPRESS" نے اپنے ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شمارے میں اس مقالے کو شائع کیا تھا جسے پڑھ کر پورے ہندوستان میں خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی تھی انھی دنوں جب یہ باتیں فاضل بریلوی تک پہنچیں تو انھوں نے پروفیسر البرٹ سے اس کے غیر یقینی اور اختراعی مقالے کے تعلق سے نقد ونظر کے طور پر چند اہم سوالات کئے جسے ماہنامہ "الرضا" بریلی انڈیا نے اپنے شمارہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ۔ ۱۹۱۹ء عیسوی اور ربیع الاول ۱۳۳۸ھ۔ ۱۹۱۹ء میں من وعن شائع کیا تھا۔ سوالات کی صداقت اور دلائل کی قطعیت نے پروفیسر کے ظن وتخمین سے جو پردے اٹھائے تھے اسے پوری دنیا نے اپنی حیرت کی آنکھوں سے دیکھا۔

ملک العلماء حضرت علامہ محمد ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے فاضل بریلوی کی سوانح حیات اور علمی کارناموں کو بڑی ہی تحقیق کے ساتھ اپنے تاریخی رسالہ "مظہر العجائب" ۱۳۶۹ھ۔ ۱۹۳۶ء میں جمع کیا ہے جو چار جلدوں پر پھیلا ہوا ہے پہلی جلد مکتبۂ رضویہ آرام باغ کراچی پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے جبکہ بقیہ تین جلدیں صاحبزادہ ڈاکٹر محمد مختارالدین آرزو ہیڈ آف عربک ڈپارٹمنٹ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تحویل میں موجود ہیں۔ مذکورہ سوالات کی پوری تفصیل ملک العلماء نے "مظہر العجائب" میں بھی تحریر فرمائی ہے جبکہ ماہنامہ "نوری کرن بریلی" نے بھی اپنے شمارہ جولائی ۱۹۶۳ء کے صفحہ ۲۱ تا ۲۳ اور ہفت روزہ "افق" کراچی شمارہ ۲۶ جنوری ۱۹۸۰ء نے شائع کیا ہے، فاضل بریلوی نے اپنے سوالات کی تفصیل میں پروفیسر البرٹ کے قیاسات مزخرفہ کی توضیح کرتے ہوئے ۱۷ اس پر سترہ معارضات

قائم کئے ہیں ـــــ افلاک کی وسعتوں میں مارے گئے یہ اس شب خوں کا خواب تھا جو آج بھی صفحۂ قرطاس پہ "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" کی شکل میں نقش کالحجر ہے۔

امام احمد رضا کو اصناف علم میں ہر صنف پر کامل عبور تھا اور سائنسی علوم خصوصًا فلکیات پر تو اس قدر مہارت تامہ حاصل تھی کہ دوائر صغائر و کبائر کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مزید اپنے نظریۂ فکر کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ معلومات کا ایک ذخیرہ سامنے ہوتا ہے۔ آپ کے ہاں ما بہ الامتیاز کیفیت ہر جگہ محسوس کی جاتی ہے کہ مسائل کی تشریح کے وقت ایک بات کو کئی زاویے سے پیش کرتے ہیں، جواب دیتے وقت آپ نہ صرف اپنے دلائل پر ہی اکتفا فرماتے بلکہ مخالفین کے اعتراضات اور ان کی غایت و نہایت پر بھی مطلع ہوتے اور ان کے سوالات کے شافی جوابات دیتے حق تو یہ ہے کہ جب تک جواب دینے والا مخالف کے دلائل پر عبور نہ رکھتا ہو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کوئی حتمی فیصلہ کر سکے۔ ـــــ امام احمد رضا علم و فن کے ایسے بحر بیکراں تھے جس میں علوم و فنون کے لاتعداد دریا گرتے ہوں، بلاشبہ میدان علم و دانش میں امام احمد رضا کے معاصرین میں ان کا کوئی ہم پلّہ نہ تھا ان کی شخصیت میں بیک وقت کئی سائنس داں گم تھے ایک طرف ان میں ابوالہیثم جیسی فکری بصارت اور علمی روشنی تھی تو دوسری طرف جابر بن حیان جیسی صلاحیت الخوازمی اور یعقوب کندی جیسی کہنہ مشقی تھی۔ الطبری الفارابی، رازی اور بو علی سینا جیسی دانش مندی اور البیرونی، عمر بن خیام، امام غزالی اور ابن رشد جیسی خداداد ذہانت تھی، ـــــ امام احمد رضا کسی شخص واحد کا نام نہیں بلکہ وہ علم و دانش کے ایک بحر ناپیدا کنار تھے

علوم جدیدہ کا وہ کون ایسا شعبہ ہے جس پہ امام زمن نے سیر حاصل گفتگو نہ فرمائی ہو خصوصًا علم طبعیات، علم کیمیا، علم نجوم، علم فلکیات، علم ریاضی، علم جفر، علم ہیئت، مثلث کروی، مثلث سطح، مربعات، زائچہ، زیجات، ہندسہ، تکسیر جیسے علوم میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اور مذکورہ جملہ عناوین پہ کوئی نہ کوئی تصنیفی یادگار ضرور چھوڑی ہے۔

یہ ہمارے لئے نہایت افسوس کا مقام ہے کہ نصف صدی تک اس عظیم عبقری شخصیت کے علمی اور ادبی کارناموں سے برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں نے سخت بے اعتنائی برتی اور ان جیسی یادگار زمانہ شخصیت کے ہمہ جہات کارنامے جس تشہیر و اشاعت کے مستحق تھے وہ ان کو نہ ملی اگر علم و حکمت کا یہ سرمایۂ بیکراں کسی اور قوم میں ہوتا تو ان کارناموں کو بلند ترین مقام عطا کرتی۔ تاہم خداوند عالم کا یہ شکر و احسان ہے کہ علمی بساط پر مدتوں بعد جمود و تعطل کی لگی بیڑیاں ٹوٹ چکی ہیں اور اقطار عالم کے مختلف گوشوں سے ارباب علم و دانش کی ایک جماعت لوح و قلم کی راہوں میں بڑی تیزی کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ انیسویں صدی ہجری کی اخیر دہائیوں میں دنیا نے ایک بار پھر امام احمد رضا کی آفاقی عبقریت اور نوک قلم کے طمطراق کو محسوس کیا ہے۔ خصوصًا علوم جدیدہ پر مشتمل وہ اکثر تحاریر مجلّات و رسائل کی شکل میں شائع ہو کر امریکہ، افریقہ، یورپ، آسٹریلیا، ملیشیا، فرانس، خلیجی ممالک بشمول ہند و پاک تک پھیل چکے ہیں۔

نشریات و تحاریر کی راہوں میں جادہ پیمائی کا عظیم حوصلہ رکھنے والے سبھی اہل قلم اور ارباب علم و دانش کی خدمت بابرکت میں ہدیۂ تبریک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ یقینًا یہ تحریری کاوشیں پوری قوم کی زندہ عظمتوں کی نشان ہیں۔

صدر الافاضل سیمینار۔ تلسی پور۔ گونڈہ

صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدّین مراد آبادی قدس سرہٗ برصغیر ہند و پاک کے جلیل القدر عالم اور بلند پایہ اسلامی مفکّر و دانش ور تھے۔ ان کی حیات و خدمات کو اجاگر کرنے کیلئے بتاریخ ۲۵، ۲۶ر اکتوبر ۱۹۹۲ء ایک عظیم الشان سیمینار منعقد کیا جا رہا ہے۔ جس میں ملک کے مشہور اصحاب علم و فکر شرکت فرما رہے ہیں۔

مولانا بدر الدین احمد مرحوم کا آخری مکتوب

مختار الدین احمد

سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

علماء اہلسنت میں یہ خبر بڑے افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ۸ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ / ۱۳ مارچ ۱۹۹۲ء کو مولانا بدر الدین احمد قادری رضوی بمبئی میں رحلت فرما گئے۔ وہ ایک مقتدر عالم، شفیق استاد، کامیاب مقرر اور ممتاز مصنف تھے۔ ان کی کتاب سوانح اعلیٰ حضرت کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ بیس سال میں اس کے پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں اور اس کے تقریباً دس ہزار نسخے چھپ کر ہندوستان اور پاکستان کے علمی و مذہبی حلقوں میں پہنچ چکے ہیں۔ ان کے اٹھ جانے سے سنی دنیا میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو مشکل سے پُر ہو سکے گا۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

یہاں مولانا مرحوم کا ایک خط شائع کیا جا رہا ہے جو انھوں نے موضع بڑھیا اور بمبئی کے سفر کے درمیان شہر بستی سے ۲۴ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ راقم الحروف کے نام تحریر فرمایا تھا۔ بستی سے وہ ایک دینی جلسے میں شرکت کے لئے علالت کی حالت میں بمبئی پہنچے اور جہاں وہ زیادہ علیل ہو کر واصل بحق ہو گئے۔ تعجب نہیں یہ ان کا آخری مکتوب اور آخری تحریر ہو۔ ذیل میں مولانا کا وہ خط نقل کیا جاتا ہے۔

مدرسۂ غوثیہ اہلسنت فیض العلوم

بڑھیا، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

۷۸۶/۹۲

مخدوم زادہ جناب سید صاحب وعلیکم السلام

ثم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ بڑھیا ایک دیہاتی گاؤں ہے۔ یہاں وہ مشین نہیں جس کے ذریعہ عکسی کام انجام پاتا ہے۔ مدرسۂ غوثیہ کے ایک متعلم حافظ یار علی سے حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ (کا) وہ مقالہ پاسبان سے نقل کرایا۔ حافظ موصوف نے کافی عرصے میں مقالۂ مذکور کی نقل تیار کی، اور ۲۰ شعبان ۱۴۱۲ھ کو مجھے سپرد کیا۔ اِدھر میری تیاری بمبئی کے سفر (کی) تھی۔ طبیعت عرصے سے ناساز چل رہی ہے۔ میں نقل مقالہ کو مکمل دیکھ نہ سکا۔ شہر بستی میں ایک صاحب کو حوالۂ ڈاک کرنے کو دے دیا ہے۔ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ موصوف جلد ہی آپ کی خدمت میں ذریعہ رجسٹری بھیجیں گے۔

پاسبان زیر ادارت مولانا مشتاق احمد صاحب علیہ الرحمۃ الٰہ آباد سے شائع ہوتا تھا پھر مولانا موصوف کی زندگی میں رسالہ بند ہوئے عرصہ دراز گزرا۔

اپنے مرسلہ پوسٹ کارڈ میں آپ نے ملک العلماء کے لفظ کے سامنے "رح" کا اشارہ لکھا ہے۔ اور اسی پوسٹ کارڈ میں دو جگہ کلمۂ جلالات لکھا ہے حالانکہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے پوسٹ کارڈ میں کلمۂ جلالت لکھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ تعلیم دی ہے کہ اس کی جگہ مولیٰ تعالیٰ لکھا جائے۔ اور فقہائے کرام نے جس طرح درود شریف کے بدلے ص، ع، صلعم لکھنے کو منع فرمایا ہے، یوں ہی کلمۂ ترضی، کلمۂ ترحم، "رض"، "رح" لکھنا منع فرمایا ہے۔ فقط والسلام

بدر الدین احمد قادری رضوی، وارد حال شہر بستی

شب ۲۴ شعبان ۱۴۱۲ھ

راقم نے جو عریضہ مضمون کی نقل فراہم کرنے کے شکریے اور بعض دوسرے امور کے سلسلے میں ان کی خدمت میں ۲۳ر مارچ ۱۹۹۲ء کو ان کی خدمت میں ان کے مدرسے کے پتے پر بھیجا تھا وہ اس کا مطالعہ نہ کرسکے۔ مجھے ان کی وفات کی اطلاع عزیزی ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (ہمدرد یونیورسٹی دہلی) سے بعد کو ملی۔

اس خط میں ملک العلماء علیہ الرحمۃ کے جس مضمون کی نقل کی فراہمی کا ذکر آیا ہے وہ وہ ہے جو "اعلیٰ حضرت کی مجددیت" کے عنوان سے اخبار دبدبۂ سکندری رام پور کی چھ قسطوں میں ۳۰ر اپریل، ۱۲ر مئی، ۲۹ر مئی، ۱۶ر اگست، ۱۳ر ستمبر اور ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۲ء کے چھ شماروں میں شائع ہوا تھا۔ یہ طویل مضمون دراصل ملک العلماء کی غیر مطبوعہ کتاب حیاتِ اعلیٰ حضرت کا ایک باب ہے جسے اخبار کے مدیر مولانا فضل حسن صابری مرحوم کی فرمائش پر انھوں نے ان کے پاس اشاعت کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا خلاصہ مولانا مشتاق احمد نظامی مرحوم نے اپنے رسالہ پاسبان (الٰہ آباد) کے دو شماروں (مارچ، اپریل ۱۹۶۱ء) میں شائع کیا تھا۔ خدا جزائے خیر دے۔ مولانا محمد جلال الدین صاحب قادری اور برادر گرامی پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ کو کہ اول الذکر نے اسے دبدبۂ سکندری سے نقل کر کے اپنے حواشی کے ساتھ مرتب کیا اور آخر الذکر نے اس کے لئے مفید اور پر معلومات تمہید لکھی۔ کارکنانِ مکتبۂ رضویہ لاہور ہمارے شکریے کے مستحق ہیں جن کی مساعی سے یہ طویل مضمون ۱۴ویں صدی کے مجدد کے نام سے صفر المظفر ۱۴۰۰ھ / جنوری ۱۹۸۰ء میں لاہور سے کتابچے کی شکل میں شائع ہوا۔

پاسبان اور مکتبۂ رضویہ لاہور کے شائع کردہ کتابچے میں کچھ عبارتیں حذف ہوگئی ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ مضمون کا پورا متن شائع کر دیا جائے۔ ناظرینِ حجاز جدید سے درخواست ہے کہ اگر ان کی نظر سے اخبار دبدبۂ سکندری کی یہ قسطیں گزریں تو ان کی زیروکس کاپی راقم الحروف یا مولانا یٰسین اختر مصباحی مدیر مجلۂ حجاز جدید کو بھیج کر ممنون فرمائیں۔

حیاتِ اعلیٰ حضرت کا صرف پہلا حصہ مصنف علیہ الرحمۃ کی زندگی میں مولوی سید ایوب علی بریلوی، مقیم کراچی کی توجہ سے جولائی ۵۵ء میں کراچی میں طبع ہوا۔ مولانا مفتی شاہ محمود احمد قادری جنھیں اعلیٰ حضرت اور ملک العلماء دونوں سے عقیدت ہے۔ اس کتاب کی چاروں جلدوں کا مبیضہ بخطِ مصنفِ علام کوئی بیس سال ہوئے اشاعت کے لئے مجھ سے لے گئے۔ افسوس ہے کہ اس طویل مدت میں (جس میں اس کتاب کے متعدد ایڈیشن نکل جاتے) کتاب کا ایک صفحہ بھی ان کی مصروفیت و علالت کی وجہ سے اب تک نہ چھپ سکا۔ اس پر عالم سنیت و رضویت میں جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ حجاز جدید میں مکمل کتاب کی طباعت کا اشتہار چھپا تھا لیکن اسے بھی اب آٹھ ماہ ہوگئے اور کتاب اب تک شائع نہ ہوسکی۔ اگر مانع، طباعت کے اخراجات رہے ہیں تو یہ امر اور بھی افسوسناک ہے۔ دوسرے مکاتبِ فکر کے علماء کی کتابیں ہر جگہ سے برابر چھپ رہی ہیں اور بعض کتابوں کے پندرہ پندرہ بیس بیس ایڈیشن شائع ہوئے ہیں سنیوں اور رضویوں کی بے حسی وغفلت پر سب سے اچھا تبصرہ بھی اسی جماعت کے ایک مقتدر عالم و مصنف مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری حفظہ اللہ نے کیا ہے جو میں نے کہیں اور بھی نقل کیا ہے:

"مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ اہلسنت وجماعت نے تصنیف واشاعت کے بارے میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے کسی فرقے نے نہیں لیا۔ اس غفلت شعار قوم سے آج تک نہ امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہوسکا اور نہ گراں قدر ذخیرہ کتب پوری طرح محفوظ رہ سکا۔"

(اندھیرے سے اجالے تک (لاہور ۱۹۸۵ء) ص ۱۰۶)

یہاں اضافہ کر لیجئے کہ یہ جماعت آج تک اعلیٰ حضرت کی کوئی مفصل ومبسوط سوانح عمری بھی شائع نہیں کرسکی ہے۔

اتحادِ ملت کانفرنس۔ ملاڈ بمبئی

بتاریخ ۱۱ر ۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۱ر ۱۲ر دسمبر ۱۹۹۲ء سرزمین ملاڈ بمبئی میں ایک عظیم الشان دو روزہ کانفرنس منعقد ہورہی ہے جس میں ملک کے مشاہیر علماء و مشائخ کرام شرکت فرما رہے ہیں۔ تفصیلات آئندہ۔

محمد زاہد الرحمن نوری
دارالعلوم غریب نواز۔ اسکوائرس کالونی
چنچولی گیٹ۔ ملاڈ۔ بمبئی ۹۰

پاکستان کا پہلا سفر

تیسری قسط

یٰسٓ اختر مصباحی

کے مزار پر لے گئے۔ جہاں ہم نے فاتحہ پڑھی۔ مزار سے متصل خوبصورت گارڈن ہے۔

حضرت قاری مصلح الدین صاحب علیہ الرحمۃ (م ۱۹۸۳ء) سے مدینہ منورہ میں میں نے ایک تفصیلی ملاقات کی سعادت حاصل کی تھی۔ آپ بڑے نیک، مخلص اور باعمل عالم دین تھے۔ آٹھ نو سال تک دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یو۔پی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مرادآبادی قدس سرہٗ کے عزیز ترین تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت شاہ تراب الحق آپکے داماد اور جانشین ہیں جو آپ کے چھوڑے ہوئے کاموں کی تکمیل کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ تراب الحق صاحب نے بڑی خندہ پیشانی اور گرم جوشی کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ اور اپنے ادارہ کی سبھی مطبوعات ہمیں پیش کیں۔ کافی تعداد میں آپ نے چھوٹی بڑی کتابیں طبع کرکے سنی لٹریچر میں خاطر خواہ اور مفید اضافہ کیا ہے۔ مصلح الدین لائبریری بھی انھوں نے دکھلائی جس میں کتابوں کے علاوہ کیسٹوں کا بھی انتظام ہے۔ سنی علمار کی تقاریر اور شعرار کی نعتیں ٹیپ کرکے انھیں کے ذریعہ جدید انداز میں تبلیغ اسلام وسنیت کا قابل تقلید کارنامہ انجام دیا جارہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ العالی یہاں کراچی میں نیک نام بھی ہیں اور بااثر بھی۔ قومی اسمبلی پاکستان کے ممبر رہ چکے ہیں۔ کئی سال پہلے دورۂ ہند کے موقع پر میری قیام گاہ ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵ بھی بغرض ملاقات تشریف لائے تھے۔

حاجی محمد حنیف طیب

۱۰ ستمبر صبح ۹ بجے عالی جناب حاجی محمد حنیف طیب سابق وفاقی وزیر حکومت پاکستان ہم لوگوں سے ملنے ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے گھر پہنچے۔ ساتھ میں ناشتہ کیا۔ اور شام کے استقبالیہ میں شرکت کی دعوت دی جس کی تقریب المصطفیٰ ویلفیر سوسائٹی گلشن اقبال کراچی کی جانب فضیلۃ الشیخ سید یوسف ہاشم رفاعی سابق وزیر اوقاف کویت کے اعزا میں ہو رہی ہے۔

حاجی محمد صدیق میمن

سید جمال الدین اسلم صاحب کے ذریعہ حاجی محمد صدیق میمن نے آج کے ظہرانہ کی دعوت دے رکھی تھی۔ کھارادر پہنچ کر ہم لوگوں نے دوپہر کا کھانا آپ کے یہاں کھایا۔ اس مکان کے بالکل سامنے ہی چھاگلہ اسٹریٹ پر بانی پاکستان محمد علی جناح کی ولادت گاہ ہے۔ جسے لائبریری کی شکل میں خوبصورت عمارت بناکر محفوظ رکھا گیا ہے۔

المصطفیٰ ویلفیر سوسائٹی

المصطفیٰ ویلفیر سوسائٹی ٹرسٹ نے رفاہ عامہ اور سماجی بہبود کے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ بہت سے مخلص نوجوان اور اصحاب خیر اس سے وابستہ ہوکر خدمت خلق کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ حاجی محمد حنیف اس کے روح رواں ہیں۔

۱۰ ستمبر آٹھ بجے شب سوسائٹی کے برانچ ہاسپٹل کی تقریب استقبالیہ میں شرکت کی گئی۔ اس تقریب میں تلاوت کلام مجید کے بعد مولانا غلام یحییٰ انجم، یٰسٓ اختر مصباحی، حاجی محمد حنیف

طیب اور سید یوسف ہاشم رفاعی کی بالترتیب مختصر تقاریر ہوئیں۔ سید رفاعی کی دعا پر تقریب کا پروگرام ختم ہوا۔ پھر معزز حاضرین کو عشائیہ پیش کیا گیا۔

کراچی سے لاہور کی روانگی

۱۱ ستمبر ۹۱ء صبح ساڑھے چھ بجے شالیمار اکسپریس سے کراچی تا لاہور کے لئے ایک قافلہ روانہ ہوا۔ جس میں راقم سطور کے علاوہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ غلام یحییٰ انجم، محمد الزواوی، محمد شفیع قادری وغیرہم تھے۔ شفیع قادری صاحب ہیں تو راجستھانی مگر یو۔پی طرز کا ان کا رکھ رکھاؤ ہے۔ مرنجاں مرنج آدمی ہیں۔ ایک بڑے ناشتہ دان میں کھانا ساتھ لائے تھے۔ ٹرین میں وہی کھانا کھایا گیا۔ ہمارا اپارٹمنٹ پوری گاڑی کی طرح ایرکنڈیشنڈ ہے کراچی کا موسم خنک تھا مگر پنجاب شروع ہوتے ہی گرمی کا احساس ہوا راستے میں سرسبز و شاداب کھیت ملے۔ بارہ بجے شب میں ہم لوگ لاہور پہنچے۔ راستے میں جنگ شاہی، کوٹری، حیدرآباد، نوابشاہ، خان پور، ملتان، خانیوال، ساہیوال، رائے ونڈ، لاہور یہ بڑے بڑے اسٹیشن پڑے۔ ٹرینوں اور اسٹیشنوں کی حالت خستہ ہے۔

لاہور اسٹیشن پر سید ریاست علی قادری اور صاحبزادہ وجاہت رسول وغیرہ ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ پالیمنٹ ہوٹل چوک داتا دربار لاہور میں ہمارا قیام ہوا کمرہ ایرکنڈیشنڈ تھا اس لئے اس ہوٹل میں بڑا آرام ملا۔

مرکز تجلیات داتا دربار

گنج بخش فیض عالم، مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

۱۲ ستمبر ۹۱ء صبح ناشتہ کے بعد حضرت داتا گنج بخش ہجویری قدس سرہٗ کے مزار پر حاضری دی گئی۔ یہاں کا نظم و نسق قابل تعریف ہے۔ صفائی کا بہت اچھا انتظام ہے۔ برصغیر کے دوسرے معروف آستانوں کی طرح یہاں خدام ومجاورین کی سرگرمیاں دور دور تک نظر نہیں آئیں۔ بڑا بابرکت اور پُرسکون ماحول ہے۔ اور لوگ دیوانہ وار نچھاور ہو رہے ہیں مزار کے قریب پہنچنے کے لئے مرد و زن کے الگ الگ راستے ہیں۔ اس لئے اختلاط مرد و زن کا بہت کم امکان ہے۔ آج جمعرات کی وجہ سے طور پر ہجوم زائرین ہے۔ مزار سے متصل سلطان الہند خواجہ غریب نواز کا چلّہ ہے۔ جس کے حجرہ میں کافی نوٹ بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ ساری رقم محکمہ اوقاف کو جاتی ہے اور سارا انتظام وانصرام اسی کے ذمہ ہے۔ (واضح رہے کہ مزارات پر عورتوں کی حاضری ممنوع ہے)۔ بغل میں وسیع وکشادہ مسجد داتا گنج بخش ہے۔ جو ایرکنڈیشنڈ ہے۔ صدر ضیاء الحق نے اس کی تعمیر کرائی ہے۔ مسجد داتا جدید طرز تعمیر کا شاہکار ہے آیات قرآنی کی خطاطی کے خوبصورت نمونے کنارے کنارے نظر آئے۔ مسجد کے خطیب وامام مولانا مقصود احمد صاحب ہیں۔

مولانا شرف قادری و مولانا تابش قصوری

معروف عالم دین وصاحب قلم

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری و فاضل نوجوان مولانا محمد منشا تابش قصوری سے میری تقریباً پندرہ سال پہلے سے خط وکتابت تھی اس لئے ان سے ملاقات کا اشتیاق تھا۔ دربار داتا میں حاضری کے بعد اپنے رفقاء سفر کے ساتھ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور پہنچا۔ یہاں سب سے پہلے مولانا محمد صادق قصوری جو ایک متحرک اور سرگرم وفعال نوجوان عالم اور جامعہ نظامیہ کے مدرس ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے نہایت گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا اور خاطر تواضع کی۔ کچھ دیر بعد مولانا شرف قادری صاحب جو کسی کام سے جامعہ سے باہر گئے تھے وہ تشریف لائے۔ بڑے تپاک سے ملے۔ اور اپنے ساتھ دوپہر کا کھانا کھلایا۔

نماز ظہر کے بعد انھوں نے تنظیم المدارس کے آفس اور پھر جامعہ نظامیہ کی لائبریری کا معائنہ کرایا۔ ماشاء اللہ یہاں بڑے سلیقہ کے ساتھ باشعور انداز میں فن وار کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن کے ذریعہ یہیں سے فتاوی رضویہ کی تخریج وتبویب کا کام بھی بڑی محنت وعرق ریزی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جامعہ نظامیہ کی عمارت اچھی ہے۔ پاکستان کے دوسرے مدارس اہلسنت کی بہ نسبت یہاں بہتر اور زیادہ کام ہو رہا ہے۔

حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ اور مولانا محمد منشا تابش

قصوری کسی وجہ سے آج جامعہ تشریف نہ لا سکے تھے۔ اسلئے ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔

بادشاہی مسجد اور مینار پاکستان

چھ بجے شام (۱۲ر ستمبر ۹۱ء) کو سید جمال الدین اسلم، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، مولانا غلام یحییٰ انجم، اور راقم سطور بادشاہی مسجد لاہور پہنچے۔ شاہجہاں کی بنوائی ہوئی عظیم الشان مسجد اور سامنے ایک پُر شکوہ قلعہ ہے۔ مسجد کا رقبہ شاہجہانی جامع مسجد دلی سے زیادہ ہے۔ صدر دروازہ کے اوپر تبرکات و آثار مبارکہ ہیں۔ جن کی زیارت کی گئی۔ اہلسنّت کی غفلت کی وجہ سے بادشاہی مسجد کی امامت وخطابت پر غیر مقلد مولوی غلام عبدالقادر آزاد قابض ہے۔

مسجد کے صدر دروازہ کی ایک جانب شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال اور دوسری جانب سردار سکندر حیات کی قبریں ہیں۔ راجہ رنجیت سنگھ نے جب لاہور پر قبضہ کیا تھا تو مسجد کے سامنے ایک جانب اس نے گردوارہ بنایا تھا جو آج بھی موجود و محفوظ ہے۔ اس کے دروازہ پر ایک گرنتھی بھی نظر آیا۔

قریب ہی میں ایک بہت وسیع و عریض میدان ہے۔ جس کے اندر مینار پاکستان جدید طرز تعمیر کا ایک خوبصورت اور باوقار نمونہ ہے اس کے اوپر چڑھ کر ہم نے پورے شہر کا نظارہ کیا۔

آج کی یہ تفریح مکمل ہونے کے بعد ہم لوگ پائلٹ ہوٹل واپس آئے جہاں مشہور شاعر جناب بشیر حسین ناظم "باقیماندہ" افراد سے مصروف گفتگو ہی نہیں تھے بلکہ پوری محفل کو قہقہہ بار اور لالہ زار بنائے ہوئے تھے۔

لاہور کی سڑکیں، مکانات، بھیڑ بھاڑ دیکھ کر پرانی دلی کی یاد یاد تازہ ہو گئی۔ قدامت کے آثار زیادہ نظر آئے۔ راوی روڈ، اردو بازار وغیرہ اسی قسم کے نمونے ہیں۔

سلسلۂ ملاقات و نماز جمعہ

۱۳ر ستمبر کو نماز فجر کے بعد داتا دربار میں حاضری دی گئی، تقریباً نو بجے صبح پائلیٹ ہوٹل میں ملاقات کے لئے مولانا عبدالحکیم شرف قادری، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، الحاج مقبول احمد ضیائی وغیرہم تشریف لائے۔ اور ملکی و ملّی، مسلکی و جماعتی مسائل پر تفصیل کے ساتھ بہت دیر تک باتیں ہوئیں۔ اور ان سبھی حضرات نے اپنی اپنی جانب سے کئی ایک کتابیں بطور تحفہ عنایت فرمائیں۔

جمعہ کی نماز مسجد برکاتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں پڑھی گئی یہ دارالعلوم اہلسنّت کا قدیم تعلیمی ادارہ ہے۔ اس کی بہت سی دینی و علمی خدمات ہیں۔ خطبۂ جمعہ سے پہلے حضرت مولانا سیّد محمود احمد رضوی مدظلہٗ کی ایک پُر مغز علمی تقریر سنی گئی۔

امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس لاہور

۱۳ر ستمبر ۹۱ء — ستلج ہال اواری ہوٹل۔ شاہراہ قائداعظم لاہور میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی دوسری کانفرنس بعد نماز جمعہ تقریباً تین بجے شروع ہوئی۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے ابتدائی تعارفی کلمات کے بعد صاحبزادہ وجاہت رسول قادری نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ مفتی غلام سرور قادری صدر المدرسین جامعہ رضویہ لاہور و ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی تلاوت قرآن حکیم سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ محمد اشرف چشتی نے ایک نعت شریف اور راجہ رشید محمود نے ایک منقبت پڑھی۔ اس سیشن کی صدارت چودھری محمد اکرم وزیر اوقاف صوبہ پنجاب نے فرمائی۔ مفتی محمد حسین نعیمی مہتمم دارالعلوم نعیمیہ لاہور و چیرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان، جسٹس محمد الیاس جج ہائیکورٹ لاہور۔ سیّد آل احمد سکریٹری محکمۂ اوقاف پنجاب، حاجی محمد حنیف طیّب سابق مرکزی وزیر تعمیرات حکومت پاکستان خصوصی مہمان کی حیثیت سے رونق اسٹیج تھے۔

چودھری محمد اکرم وزیر اوقاف پنجاب۔ جسٹس محمد الیاس جج ہائی کورٹ لاہور۔ پروفیسر حفیظ تائب پنجاب یونیورسٹی۔ لیٰسن اختر مصباحی۔ پروفیسر محمد اکرم رضا گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ۔ محمد الزواوی (ملیشیا)۔ سیّد عبدالرحمٰن بخاری ریسرچ اسکالر قائد اعظم لائبریری لاہور نے اپنے اپنے مقالات پیش کئے۔

وقفۂ نمازِ عصر کے بعد دوسرا اسیشن وزیرِ اعظم پاکستان شاہنواز شریف کے بڑے بھائی محمد شہباز شریف ممبر قومی اسمبلی پاکستان کی صدارت میں شروع ہوا۔

مرغوب احمد ہمدانی نے نعت شریف پڑھی۔ جسٹس میاں نذیر اختر جج ہائی کورٹ لاہور۔ ڈاکٹر منیر الدین چغتائی وائس چانسلر لاہور یونیورسٹی۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی مرکزی وزیر مذہبی امور پاکستان۔ شیخ یوسف ہاشم رفاعی سابق وزیر اوقاف و مذہبی امور حکومت کویت۔ خصوصی مہمان تھے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صدر شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور اور ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم (جامعہ ملیہ نئی دہلی) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی) نے اپنے اپنے مقالات پیش کئے۔

وقفۂ نمازِ مغرب کے بعد شیخ یوسف ہاشم رفاعی، مولانا عبدالستار خاں نیازی، ڈاکٹر حسن الدین ہاشمی (کیلیفورنیا یونیورسٹی امریکہ) جسٹس میاں نذیر اختر، حاجی محمد حنیف طیب نے اپنے اپنے بیانات سے سامعین وحاضرین کو نوازا۔ شیخ ہاشم رفاعی کی عربی تقریر کی ترجمانی کے فرائض ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے ادا کئے۔

شہباز شریف صاحب کی خواہش پر قاری غلام رسول قادری نے اپنے مخصوص انداز میں نعت شریف پڑھی۔ سید ریاست علی قادری صدر ادارۂ تحقیقات نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ ادارہ کی جانب سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا لاہور اور مولانا عبدالحکیم شرف قادری کو امام احمد رضا گولڈ میڈل ۱۹۹۱ء سے نوازا گیا۔ حکیم صاحب کانفرنس میں اپنی علالت کی وجہ سے تشریف فرما نہیں تھے۔ اس لئے ان کی طرف سے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے بدست شیخ یوسف رفاعی یہ ایوارڈ حاصل کیا۔ اور مولانا عبدالحکیم شرف قادری کو شہباز شریف نے ایوارڈ عنایت فرمایا۔

لاہور کی اس کانفرنس کے چند ممتاز شرکاء کے نام یہ ہیں۔ علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی۔ مولانا مقصود احمد خطیب و امام مسجد داتا دربار لاہور۔ سید ریاض حسین شاہ ڈائرکٹر اتفاق اسلامک سنٹر لاہور۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری۔ الحاج مقبول احمد ضیائی۔ بشیر ناظم ڈپٹی ڈائرکٹر وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان۔ مولانا رضا الدین صدیقی۔ نذیر غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل حکومت پنجاب۔ میاں خالد حبیب ایڈووکیٹ۔ صاحبزادہ منیر احمد۔ محمد حفیظ نیازی۔ اب آپ روزنامہ "نوائے وقت" اور "جنگ" کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

لاہور (نمائندہ خصوصی) وزیر اعظم نواز شریف ملک میں شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے دائیں بائیں رکاوٹیں پیدا کرنے والے کچھ لوگ موجود ہیں یہ بات وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا عبدالستار خاں نیازی نے گزشتہ روز امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس میں اپنے خطاب کے دوران کہی۔ امام اہلسنت مولانا احمد رضا بریلوی کی دینی وملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام منعقدہ کانفرنس میں مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اپنے خطاب میں کہا کہ مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے انگریز اور ہندو دونوں کے خلاف جنگ کی اور انہوں نے مسلمانوں پر واضح کردیا کہ ہندو کے ساتھ کبھی مسلمان کی دوستی نہیں ہوسکتی۔ اور پاکستان ایسے ہی بزرگوں کی فکری اور روحانی رہنمائی میں حاصل ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ملک میں شریعت کو نافذ کرنے کے لئے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ مولانا عبدالستار نیازی نے کہا کہ جہاں تک پاکستان میں نفاذ شریعت کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں میاں نواز شریف مخلص ہیں۔ اور انہوں نے مجھے خود بتایا کہ ان کے دائیں بائیں کچھ لوگ ایسے ہیں جو رکاوٹیں پیدا کررہے ہیں لیکن مولانا نیازی نے کہا کہ ہم ان رکاوٹوں کو دور کردیں گے۔ اس دوران جلسہ گاہ سے ایک شخص نے کہا کہ وزیر اعظم کی ایک مشیر ٹیلی ویژن پر ننگے سر آتی ہیں ان کو شریعت کا پابند کریں اس پر مولانا نیازی نے کہا کہ ان کے پاس مذہبی امور کی وزارت ہے وہ بات ان کے دائرہ کار میں نہیں آتی تاہم انہوں نے رتھ کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ مرزا غالب نے کہا تھا کہ اگر رتھ میں خواتین ہوں تو رتھ مونث ہوتی ہے۔ لیکن اگر رتھ میں مرد سوار ہوں تو رتھ مذکر ہوتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے کہا کہ اب وزارت مذہبی امور ایک مرد کے پاس آگئی ہے ہم اس کو بااثر بنائیں گے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ انگریز کا پورے ہندوستان پر جب تسلّط قائم ہو گیا تو وہ پریشان تھے کہ مسلمان ابھی تک غلامی قبول نہیں کر رہے چنانچہ انھوں نے اس پر ایک کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس میں انگریز کو یہ بتایا گیا کہ مسلمانوں کو الجھانے کے لئے ہندوستان میں ایک جعلی نبی پیدا کیا جائے چنانچہ یہ سازش کی گئی لیکن برصغیر کے مسلمان پھر بھی انگریز کی غلامی پر راضی نہ ہوئے، تو انگریزوں نے دوبارہ اپنی خفیہ کانفرنس کی۔ اب اس کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے نبی کی عظمت کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ اس نئی سازش کے تحت ایسے لوگ تیار کیے گئے جنھوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں شروع کر دیں۔ لیکن مولانا احمد رضا بریلوی نے ان تمام سازشوں کو بھانپ لیا اور حضور کی شان میں جہاں کہیں کسی نے گستاخی کی اس کی گرفت کی۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کہا کہ قابل صد افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں کھلم کھلا قرآن و سنّت کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے رشتے کو مضبوط بنائیں تاکہ ملک میں شریعت نافذ کرائی جا سکے۔ امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس کے آداری میں دو سیشن ہوئے۔ پہلے سیشن کی صدارت صوبائی وزیر اوقاف چودھری محمد اکرم نے کی جبکہ جسٹس محمد الیاس جج لاہور ہائی کورٹ، سیّد آل احمد سکریٹری اوقاف مہمانان خصوصی تھے۔

دوسرے سیشن کی صدارت میاں شہباز شریف رکن قومی اسمبلی نے کی۔ اور جسٹس میاں نذیر اختر جج لاہور ہائی کورٹ اور مفتی محمد حسین نعیمی مہمانان خصوصی تھے۔ اس کانفرنس میں جن اہل علم نے خطاب کیا ان میں غیر ملکی اسکالر بھی شامل تھے۔

جامعہ ملیہ دہلی بھارت کے استاذ علامہ لیٰس اختر مصباحی ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ (بھارت) کے ڈپٹی ڈائرکٹر پروفیسر سیّد جمال الدین اور ملیشا کے محمد الزوادی بھی شامل تھے۔ جبکہ کویت کے سابق وزیر اوقاف الشیخ السیّد یوسف الرفاعی نے بھی خطاب کیا۔ دیگر ملکی مقررین میں سید عبدالرحمٰن بخاری، پروفیسر محمد اکرم رضا، پروفیسر محمد حفیظ تائب، ریاست علی قادری، سابق وفاقی وزیر حاجی محمد حنیف طیب، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اور امریکہ سے آئے ہوئے مہمان اسکالر پروفیسر ڈاکٹر حسین الدین ہاشمی شامل تھے۔ صوبائی وزیر اوقاف چودھری محمد اکرم نے اپنے خطاب میں امام اہلسنّت امام احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ امام رضا بریلوی نے برصغیر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ دکھائی اور انھوں نے انگریزوں اور ہندوؤں سے ٹکر لی۔ ملّت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی تاکہ مسلمان قوم آزادی حاصل کر سکے۔ آج وقت کا اہم تقاضا ہے کہ ہم مل جل کر ملک و ملّت کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ اپنے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے موجودہ منتخب جمہوری حکومت کے نفاذ شریعت کی کوششوں میں تعاون کریں تاکہ ملک میں نظام مصطفیٰ کا قیام حقیقی معنوں میں عمل میں لایا جا سکے اور پاکستان ایک اسلامی فلاحی مملکت کے طور پر دنیا کے نقشے پر ابھر سکے۔

قومی اسمبلی کے رکن میاں شہباز شریف نے دوسری نشست کے اختتام پر اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویہ" نے عرب ممالک میں جو غلط فہمیاں پیدا کی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو کتاب تیار کرنی چاہیے اس کے عربی اور انگریزی تراجم طبع کرائے جائیں اور یہ کتاب ان ممالک میں تقسیم کی جائے۔ انھوں نے امام اہلسنّت مولانا احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ عاشق رسول تھے۔ اور آج یہاں کی حاضری کے بارے میں یہ کہوں گا کہ آپ لوگوں نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا "البریلویہ" کے جواب میں جو کتاب تیار کرے گا اس کے بارے میں وہ تمام ایوارڈ کی ذمہ داری قبول کریں گے۔

انھوں نے کہا کہ وہ "اتفاق" کی طرف سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی جو خدمت ہو سکی وہ خاموشی سے کریں گے اس کا اعلان نہیں کیا جائے گا۔

الشیخ السیّد یوسف الہاشم الرفاعی نے عربی زبان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کویت، متحدہ عرب امارات، دبئی، قطر، بحرین میں اہلسنّت کی اکثریت ہے اور وہ آپ کی طرح ہی اپنے گھروں

میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ دنیا بھر میں مسلمانوں میں ۹۰ فی صد اہلسنت مسلک کے مسلمان ہیں۔ لیکن ہماری حکومتیں اپنے مسلک کی تبلیغ اور ترجمانی کے لئے کوئی ذمہ داری اس طرح قبول نہیں کرتیں جس طرح ایران کی حکومت اپنے مسلک کی کرتی ہے۔

انھوں نے کہا کہ اس وقت خدا کے فضل وکرم سے پاکستان میں صدر اور وزیر اعظم دونوں اہلسنت مسلک کے ہیں یہاں امید کی جاتی ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے مثبت کام لیا جائے گا۔ انھوں نے بتایا کہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب نے خلیج کے عرب ممالک میں امام احمد رضا اور ان سے عقیدت رکھنے والے اہلسنت کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے کتاب تیار کی جائے اور اسی طرح اس کے عربی تراجم تیار کرا کے عرب ممالک میں تقسیم کئے جائیں اور ان کو بتایا جائے کہ یہ کوئی الگ فرقہ نہیں بلکہ مولانا احمد رضا مسلک اہلسنت کے مبلغ اور امام ابو حنیفہ کے پیروکار ہیں اور طریقت میں امام احمد رضا قادری طریقے کے پیروکار ہیں۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ریاست علی قادری نے مطالبات پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی تمام جامعات میں امام احمد رضا چیئر قائم کی جائیں۔ قومی اور صوبائی حکومتیں ریسرچ سیل قائم کریں۔ انھوں نے کہا کہ علماء کا ایک وفد تشکیل دیا جائے۔ جس کو سرکاری سطح پر سعودی عرب سمیت تمام عرب ممالک میں بھجوایا جائے تاکہ مسلکی حوالے سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوچکی ہیں ان کو دور کرکے ان دو برادر اسلامی ممالک کے درمیان رشتوں کو مضبوط بنایا جائے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور (7) 14 ستمبر 1991ء

لاہور (نمائندہ جنگ) گزشتہ روز ایک مقامی ہوٹل میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس میں امام احمد رضا کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ کانفرنس کے پہلے سیشن کی صدارت صوبائی وزیر اوقاف چودھری محمد اکرم نے کی جبکہ مہمان خصوصی جسٹس محمد الیاس تھے۔ سیشن کی صدارت قومی اسمبلی کے رکن میاں محمد شہباز شریف نے کی۔ مقررین میں وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا عبدالستار خاں نیازی، سید ریاست علی قادری، حاجی محمد حنیف طیب، حفیظ تائب، پروفیسر محمد اکرم رضا، سید عبدالرحمٰن بخاری، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، علامہ یٰسین اختر مصباحی (جامعہ ملیہ بھارت) پروفیسر ڈاکٹر حسین استاد بریلی کالج (بھارت) علامہ مقصود احمد، ڈاکٹر سید جمال اسلم، جسٹس میاں نذیر اختر، مفتی غلام سرور قادری، مفتی محمد حسین نعیمی اور کویت کے سابق وزیر اوقاف الشیخ سید ہاشم رفاعی شامل تھے۔

قومی اسمبلی کے رکن میاں شہباز شریف نے صدارتی خطاب میں کہا کہ امام احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کرنے کا ایک یہ بھی بڑا ذریعہ ہے کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، احسان الٰہی ظہیر کی کتاب آل بریلویت کا جواب دینے کے لئے ایک کتاب شائع کرے اور احسان الٰہی ظہیر کی کتاب کا موثر جواب دیا جائے، اور اس کتاب کا تمام زبانوں میں ترجمہ کرکے اس کو تقسیم کرایا جائے۔

انھوں نے کہا کہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب سے جو شکوک وشبہات پیدا ہوئے ہیں ان کو دور کیا جا سکے۔ انھوں نے کہا کہ جو یہ جوابی کتاب لکھے گا میں اسے ایوارڈ دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے جو مطالبات پیش کئے ہیں میں خود تو اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں حکومت پاکستان کا نمائندہ نہیں ہوں (جس پر آوازیں آئیں کہ آپ ہی تو اصل نمائندہ ہیں آپ اعلان کریں) جس پر انھوں نے کہا کہ میں اتفاق کی طرف سے کچھ مدد کر سکتا ہوں لیکن اتفاق کی روایت کے مطابق اعلان نہیں کیا جاتا بلکہ خاموشی سے کچھ دے دیا جاتا ہے تاہم میں وزیر اعظم کی خدمت میں مطالبات پہنچادوں گا وہ یہ مطالبات ضرور پورے کریں گے۔

میاں شہباز شریف نے کہا کہ ادارے کے لئے حاجی محمد حنیف طیب نے جس پلاٹ کی فراہمی کا ذکر کیا ہے وہ مناسب وقت نکال کر اسلام آباد آئیں پلاٹ کا مسئلہ بھی حل کیا جائے گا۔

● وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کہا کہ شریعت کے نفاذ کا کام صدر پاکستان اور وزیر اعظم کے ہاتھ ہے تاہم اس کے نفاذ میں میری جدوجہد بھی شامل ہوگی۔ مولانا کی تقریر کے دوران چند نوجوان کھڑے ہوگئے۔ انھوں نے کہا کہ اب آپ وزیر مذہبی امور

ہوگئے ہیں ٹیلی ویژن پر بھی اسلام لایا جائے اور ٹیلی ویژن کی عورتوں کے سروں پر دوپٹہ رکھوایا جائے۔ جس پر مولانا نیازی برہم ہوگئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ کوئی مناظرہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا تعلق وزارت مذہبی امور سے ہے آپ کو آداب نہیں آتے کوئی سوال کرنا ہے تو چٹ لکھ کر بھیجو تاہم انھوں نے کہا اب اس وزارت میں ایک مرد آگیا ہے ننگے سروں کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ کیا جائے گا۔

● کویت کے سابق وزیر اوقاف الشیخ سید ہاشم رفاعی نے کہا کہ افسوس اس بات کا ہے کہ اہلسنّت وجماعت کی کوئی تنظیم نہیں ہے اور ان کی کوئی بات نہیں سنی جاتی جبکہ ایران کی حکومت اپنے مسلک کے لوگوں کی بات سنتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اہلسنّت وجماعت کی کوئی سرپرستی کرنے والا نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کے وزیر اعظم اہلسنّت ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اثرات اہلسنّت کے لئے اچھے ہوں گے۔ انھوں نے کہا کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے بھی اہلسنّت وجماعت کے مسلک کو پیش کرنا چاہئے۔ انھوں نے بھی احسان الٰہی ظہیر کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کا ضرور جواب دینا چاہئے کیونکہ یہ کتاب فتنہ ہے۔

حاجی محمد حنیف طیب نے کہا کہ میں میاں شہباز شریف سے کہونگا کہ وہ ہمارے ادارے کی معاونت کریں۔ جب غوث علی شاہ سندھ کے وزیر اعلیٰ تھے تو ان سے کہا تھا کہ ادارے کو پلاٹ دیا جائے۔ انھوں نے اعلان بھی کر دیا تھا کاغذی کارروائی بھی ہوگئی تھی لیکن وہ پلاٹ آج تک نہیں ملا۔ انھوں نے کہا کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی حکومت سرپرستی کرے۔

سید ریاست علی قادری نے مطالبات پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں میں احمد رضا کی کتابوں کو نصاب میں رکھا جائے ادارۂ تحقیق اسلامی میں امام احمد رضا ریسرچ کے لئے الگ شعبہ بنایا جائے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایوان امام احمد رضا تعمیر کیا جائے ریڈیو اور ٹی وی سے ان کی تعلیمات کا اہتمام کیا جائے۔ اس موقع پر حکیم محمد موسیٰ اور علامہ عبدالحکیم شرف کو امام احمد رضا گولڈ میڈل دیئے گئے۔

روزنامہ جنگ لاہور (۵) ۱۴ ستمبر ۱۹۹۱ء

جامعہ نظامیہ لاہور

۱۴ ستمبر ۹۱ء۔ حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے ناشتہ پر ہمیں مدعو کیا۔ سید جمال الدین اسلم، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم اور راقم سطور وغیرہم نے جامعہ نظامیہ میں حاضر ہوکر اس مخلصانہ دعوت میں شرکت کی۔ حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی۔ حضرت مولانا شرف قادری۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری و دیگر اساتذہ نیز طلبہ نے وفد کے اعزاز میں جامعہ کے ایک ہال کے اندر استقبالیہ دیا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا شرف قادری نے مہمانوں کا تعارف کرایا۔ سید جمال الدین اور ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے تقریریں کیں۔ حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے حکم پر مجھے بھی مائک کے سامنے آکر طلبہ کو خطاب کرنا پڑا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس موقع پر مجھ سے اصرار کیا کہ میں احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویہ" کا عربی میں جواب لکھوں۔ استقبالیہ کے آخر میں مولانا منشا تابش قصوری نے جامعہ نظامیہ کی طرف سے وفد کا شکریہ ادا کیا۔

جامعہ نظامیہ کی جانب سے ۱۴ ستمبر کی شب میں ہم سب کو عشائیہ پر بھی مدعو کیا گیا۔ اس کے بیشتر اساتذہ و طلبہ علمی و فکری انداز میں تبلیغ اسلام وسنیت کا بیکراں جذبہ اپنے سینہ کے اندر رکھتے ہیں۔ طرز فکر وعمل نہایت تعمیری ہے۔ تحریکی کام کی طرف زیادہ رغبت ہے۔ مجھے تو جامعہ نظامیہ لاہور اپنے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (ہند) کا عکس جمیل نظر آیا۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا ایک شعبہ رضا فاؤنڈیشن ہے۔ جس نے اپنے کاندھوں پر ایک عظیم اور تاریخ ساز ذمہ داری لی ہے۔ جس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ جلد اول کو تین حصوں میں تقسیم کرکے شائع کرنے کا اس نے منصوبہ بنایا ہے۔ ہر حصہ مکمل ترجمہ و تخریج کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے گا۔ پہلے حصہ کا کام نہ صرف یہ کہ مکمل ہوچکا ہے بلکہ اس کی طباعت بھی ہوچکی ہے اور اس کی زیارت سے بھی ہماری آنکھیں روشن ہوئیں تفصیل حسب ذیل ہے۔

کلماتِ آغاز۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔ ترتیب فہرست حافظ عبدالستار سعیدی۔ پروف ریڈنگ۔ مولانا سردار احمد سعیدی۔ تخریج وتصحیح۔ مولانا نذیر احمد سعیدی / مولانا محمد عمر ہزاروی۔ ترجمہ عربی عبارات۔ مفتی سید شجاعت علی قادری۔ باہتمام وسرپرستی۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی۔

فتاوی رضویہ جلد اول کل صفحات ۶۳۵۔ ترجمہ وتخریج ۲۳۴ صفحات۔

اس عظیم دینی علمی اور فقہی خدمت کے لئے ذمہ داران رضا فاؤنڈیشن لاہور سبھی اہل علم بالخصوص جماعت اہلسنّت کی جانب سے شکریہ ومبارکباد کے مستحق ہیں۔ خدا کرے باقی حصے بھی ان کے منصوبہ کے مطابق جلد از جلد منظر عام پر آکر ہمارا سر فخر سے اونچا کرسکیں۔

لاہور سے اسلام آباد

۱۵ ر ستمبر ۹۱ء۔ نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ہمارا قافلہ جس میں ہندوستانی و پاکستانی دونوں حضرات شریک تھے۔ بذریعہ ایرکنڈیشنڈ فلائنگ کوچ اسلام آباد کے لئے روانہ ہوا۔ جو گوجرانوالہ۔ گجرات۔ جہلم اور راولپنڈی ہوتے ہوئے اسلام آباد پہنچا۔ اور ایک اعلیٰ درجہ کی سرکاری رہائش گاہ پہ اس کا قیام ہوا۔

شکرپڑیاں اور قائداعظم یونیورسٹی

۱۶ ر ستمبر کو دو ٹیکسیوں کے ذریعہ ایک بجے دن میں ہم اسلام آباد کی سیر کو نکلے۔ موسم خوشگوار ہر طرف ہریالی اور سبزہ زار ہے۔ پورا شہر پارکوں۔ کشادہ سڑکوں اور عالیشان خوبصورت عمارتوں پر مشتمل ہے۔

سب سے پہلے ہم شکرپڑیاں (اسلام آباد) دیکھنے گئے۔ شکرپڑیاں سے پاکستان کی ایک تاریخ وابستہ ہے۔ جنرل محمد ایوب خاں کے دور میں ۱۹۵۹ء میں پاکستان کی راجدھانی کے لئے اسلام آباد کے انتخاب کا اعلان ہوگیا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں جنرل محمد ایوب خاں کی صدارت میں یہیں ایک اہم میٹنگ ہوئی تھی جس میں اس کے ماسٹر پلان کو منظوری دی گئی۔

دوسرے ملک کا کوئی صدر یا وزیر اعظم یا اس سطح کی کوئی شخصیت اسلام آباد کا دورہ کرتی ہے تو وہ یہاں آکر ایک پودا لگاتی ہے اور یادگار کے طور پر یہ پودا باقی رہتا ہے۔ انھیں پودوں کے بیچ میں سبزہ سے تراشا ہوا نقشہ پاکستان بھی بنایا گیا ہے۔

شکرپڑیاں کے تین طرف سے اسلام آباد اور ایک طرف راولپنڈی نظر آتا ہے۔ یہاں سے کوہ مری بھی دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح گولڑہ شریف جو حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا وطن ہے اس کی پہاڑیاں بھی نظر آتی ہیں۔

شکرپڑیاں سے ہم لوگ قائداعظم یونیورسٹی دیکھنے گئے۔ جس کا پہلے اسلام آباد یونیورسٹی نام تھا۔ قائداعظم یونیورسٹی امریکن طرز پر بنائی گئی ہے۔ مسلم یا مغل طرز تعمیر کی اس میں کوئی جھلک نظر نہیں آئی۔ یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کے ساتھ ادارہ قومی تحقیقات برائے پاکستان کے پروفیسر غلام حیدر سندھی سے خاص طور پر تقریباً آدھ گھنٹہ ملاقات رہی۔ اس کے بعد پروفیسر فتح محمد ملک ڈائرکٹر ادارہ قومی تحقیقات سے ملاقات ہوئی۔ جو اقبالیات کے مشہور ماہر بھی ہیں۔

راول ڈیم اور دامنِ کوہ

قائداعظم یونیورسٹی دیکھ کر ہم راول ڈیم پہنچے جہاں سے پورے اسلام آباد کے لئے پانی سپلائی ہوتا ہے۔ یہ ڈیم چاروں طرف پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ پہلے یہاں دو چار گاؤں تھے اور ایک چھوٹی سی آبشاری ندی بہتی تھی۔ پہاڑیوں سے اتر کر آنے والے پانی کو روک دیا گیا ہے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی جس کے چاروں طرف پارک ہے اور اس کے اوپر چڑھ کر ہم نے ڈیم کا نظارہ کیا۔ بڑا خوبصورت منظر ہے۔

راول ڈیم سے واپس آتے ہوئے نور پور شاہاں رک کر ایک بزرگ سید عبداللطیف قادری معروف بہ امام بری کے مزار پر فاتحہ پڑھی گئی۔

پھر درختوں و جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی سڑکوں سے گزر کر ہم وہ دامنِ کوہ پہنچے۔ یہ جگہ سطح سمندر سے تقریباً پندرہ سو فٹ بلندی پر واقع ہے۔ جہاں سے پورا اسلام آباد اور اس کی سبھی

عمارتیں۔ ایوان صدر۔ ایوان وزیر اعظم، اسمبلی ہاؤس۔ فیصل مسجد۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی وغیرہ سب ایک ساتھ نظر آتی ہیں۔ اتنا حسین ودلکش منظر ہے کہ سری نگر کشمیر میں بھی نے ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ پورا اسلام آباد یہاں سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے رنگارنگ پھولوں سے سجا ہوا ایک نہایت خوبصورت گلدستہ اور قلب ونظر کو بہجت وسرور بخشنے والا ایک مرقع رنگ ونور ہو۔

اسلام آباد کے نواحی شہر مثلاً راولپنڈی۔ خوشاب۔ ایبٹ آباد۔ ہزارہ۔ جہلم کے لوگ نہایت جفاکش اور زیادہ تر فوجی ملازم ہیں۔

راولپنڈی

۱۶ر ستمبر ۹۲ء مولانا سید ریاض حسین کی دعوت پر ہم لوگ عصر بعد مسجد غوثیہ خیابان سرسید راولپنڈی پہنچے۔ مولانا موصوف نے شہر کے معززین اور منتخب افراد کو بلا کر درس قرآن کا پروگرام رکھا تھا۔ نماز مغرب کے بعد میں نے موصوف کی خواہش پر درس قرآن دیا۔

پھر اپنی گاڑی سے لے کر مولانا موصوف نے مجھے اور ڈاکٹر غلام یحیی انجم کو راولپنڈی کی ایک مختصر سی سیر کرائی۔ مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے وہاں کی اہم چیزیں مثلاً قدیم ایوان وزیر اعظم۔ پنڈی جیل جہاں ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان کو پھانسی دی گئی اور ایوب نیشنل پارک وغیرہ دکھایا۔ اس کے بعد شالیمار ہوٹل (فائیو اسٹار) مال روڈ پہنچے۔ کچھ دوسرے معززین دوسری گاڑیوں سے آئے۔ اور اسی شالیمار ہوٹل میں مہمانوں کو ایک پرتکلف عشائیہ دیا گیا۔

واپسی میں مری روڈ (راولپنڈی) پر واقع لیاقت پارک دیکھا گیا جہاں لیاقت علی خاں کو گولی ماری گئی تھی۔ پھر مری روڈ، شاہراہ فیصل ہوتے ہوئے سپر مارکیٹ اسلام آباد پہنچے جہاں المصطفی ویلفیر سوسائٹی کا آفس ہے۔ نوجوان طلبہ نے پرجوش استقبال کیا اور سوسائٹی کی خدمات سے آگاہ کیا۔ پھر ہم رات میں اپنی رہائش گاہ واپس گئے۔

فیصل مسجد اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی

۱۷ر ستمبر ۱۹۹۲ء پہلے سے متعین وقت کے مطابق ہم لوگ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد گئے۔ یونیورسٹی اور فیصل مسجد دونوں ایک ساتھ ہی واقع ہیں۔ فیصل مسجد نہایت خوبصورت اور عالی شان ہے۔ خیمہ کے طرز پر بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد اور یونیورسٹی کی تعمیر میں سعودی عرب نے سارا سرمایہ لگایا ہے۔ اس لئے سعودی نواز حضرات ہی ان پر قابض ہیں۔

کچھ طلبہ اور اساتذہ کی خواہش وکوشش سے ہمارے اعزاز میں ایک سمپوزیم کا پروگرام رکھا گیا۔ جسے سید جمال الدین اسلم۔ ڈاکٹر غلام یحیی انجم اور راقم سطور نے تھوڑی دیر خطاب کیا۔ اور اساتذہ وطلبہ کے مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔ اس یونیورسٹی کی ایک باوقار شخصیت پروفیسر ظفر اسحق انصاری نے سمپوزیم کی نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ ہماری گفتگو کا پروفیسروں اور دانشوروں نے اچھا اثر لیا۔ اور تحسین وآفرین سے نوازا۔ کچھ سنی طلبہ نے بعد میں اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس یونیورسٹی میں پہلی بار ہماری جماعت کے نمائندوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے۔

انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس اسلام آباد

۱۸ر ستمبر ۱۹۹۲ء اسلام آباد ہوٹل میں ساڑھے تین بجے دن میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی تیسری اور آخری انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہوا۔

قاری اللہ یار تونسوی نے تلاوت کلام پاک سے اور منصور تابش نے اپنی نعت خوانی سے محظوظ کیا۔ کانفرنس کو سب سے پہلے ڈاکٹر حسن الدین ہاشمی وزیٹنگ پروفیسر کیلیفورنیا یونیورسٹی امریکہ نے خطاب کیا۔ اس کے بعد راقم سطور یٰسین اختر مصباحی نے مقالہ پڑھا۔ پروفیسر پریشان خٹک چیرمین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن پاکستان نے ایک معرکۃ الآرا خطاب سے نوازا۔ ڈاکٹر ایم انور خاں (ایڈوائزر اے۔ بی۔ پی اسلام آباد) کا انگریزی میں مقالہ تھا مگر انہوں نے اردو میں خطاب کیا۔ آخر میں چودھری امیر حسین وفاقی وزیر کے خطاب کے بعد وقفۂ عصر کا اعلان ہوا۔

نماز عصر کے بعد بشیر قادری کی نعت اور ڈاکٹر غلام یحیی انجم کے مقالہ کے بعد پروفیسر محمد جلیل قلندر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔ ڈاکٹر شیر زماں سابق ڈائرکٹر جنرل ادارۂ تحقیقات

اسلامی اسلام آباد نے سامعین کو خطاب کیا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی (ستارۂ امتیاز پاکستان) چیرمین مقتدرہ قومی زبان پاکستان نے اپنا قیمتی مقالہ پیش کیا۔ آخری خطاب مولانا عبدالستار خاں نیازی مرکزی وفاقی وزیر اوقاف حکومت پاکستان کا ہوا۔ "البریلویہ" کے سلسلے میں حاجی محمد حنیف طیب سابق مرکزی وزیر نے قرارداد اور سید ریاست علی قادری صاحب نے خطبۂ شکریہ پیش کیا اس کے بعد صلوٰۃ وسلام اور حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی دعا پر سات بجے شب میں اس کانفرنس کا اختتام ہوا۔

اس کانفرنس کے صدر نشین چودھری امیر حسین وزیر وفاقی پارلیمانی امور اور مہمان خصوصی مولانا عبدالستار خاں نیازی تھے۔

ممتاز شرکا میں پیر برکات احمد ممبر سینٹ۔ پروفیسر امتیاز سعید ڈپٹی فائنشل ایڈوائزر وزارت مذہبی امور۔ پروفیسر محمد میاں صدیقی (ابن مولانا محمد ادریس کاندھلوی) ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ پروفیسر کرم حیدری۔ ڈاکٹر محمد طفیل ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ جی۔ اے۔ حق محمد ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری۔ مولانا حسین الدین شاہ مہتمم جامعہ رضویہ راولپنڈی۔ مولانا مسکین عارف مہتمم جامعہ عرفان الاسلام ایبٹ آباد صوبہ سرحد وغیرہم۔

۹ بجے شب (۱۷ ستمبر ۹۱ء) میں اسلام آباد کے ایک متمول تاجر محمد یعقوب بھٹی کے یہاں عشائیہ میں شرکت کے بعد ہم لوگ بذریعہ طیارہ اسلام آباد سے کراچی واپس آگئے۔

کراچی سے دہلی

۱۸ ستمبر کی فلائٹ سے راقم سطور اور ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کراچی سے دلی واپس آگئے۔ سید جمال الدین اسلم دو تین روز کے لئے کراچی رک گئے۔ علامہ ارشد القادری۔ مفتی محمد مکرم احمد اور مولانا محمود حسین بریلوی کراچی کانفرنس کے بعد ہی ہندوستان واپس آگئے تھے۔

لکھنے کے لئے بہت سی باتیں ہیں۔ پاکستان کی دینی، علمی، تہذیبی اور سیاسی سرگرمیوں کو بہت قریب سے دیکھا گیا۔ مگر کیا کیا اور کتنا لکھا جائے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

معارفِ اسمِ محمد ﷺ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک احمد و محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خصائص وفضائل اسرار اور رموز اور روحانی و معارف اور حضور کے نام کی برکتیں نیز روزِ ازل سے لے کر اب تک مختلف ادوار میں ظہور پذیر ہونے والے نام محمد کے واقعات اور کائنات کی عظیم و قدیم اشیاء پر نام محمد وغیرہ جیسے بے شمار و نادر موضوعات پر ایک ضخیم کتاب مرتب کی جا رہی ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے لیکن ابھی اس میں تیسرے حصے کی تدوین باقی ہے جس میں نام محمد کے جدید ترین واقعات کو یکجا کیا جا رہا ہے۔

لہٰذا قارئین سے گذارش ہے کہ اگر آپ کی نظر سے دورانِ مطالعہ کسی اخبار یا رسالہ وغیرہ میں ایسے واقعات گزرے ہوں تو اس اخبار یا رسالہ کا تراشہ یا اس کی نقل مع پتہ ارسال کریں۔ اس کے اخراجات و ڈاک خرچ بھی آپ کو بھیج دیا جائے گا۔

مراسلہ کا پتہ: کتب خانہ برکاتیہ، تول پیٹھ، ہبلی ۵۸۰۰۲۸ (کرناٹک)

عرسِ مقدس! جبل پور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے عظیم المرتبت خلفا عیدالاسلام حضرت شاہ محمد عبدالسلام و برہان ملت حضرت شاہ محمد برہان الحق علیہما الرحمۃ والرضوان کے اعراس مبارکہ بتاریخ ۸ر ۹ر نومبر ۱۹۹۲ء جبل پور میں انجام پذیر ہوں گے۔

امید ہے کہ تمام برادرانِ طریقت، مریدین اور عامۃ المسلمین اعراس کی تقاریب بتبرکہ میں شرکت فرما کر فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھریں گے۔

منجانب: اراکین عرس کمیٹی رضوی سلامی برہانی جبلپور

امریکہ ـــــــــ سفر اور مشاہدہ

محمد قمر الحسن بستوی مصباحی، النور سوسائٹی آف گریٹر ہیوسٹن ٹیکسس امریکہ

۲۴ جون ۱۹۹۲ء کی شام کو بمبئی سے جرمنی ایرلائنز کی ـــــــــ LUFTHANSA سروس سے میں امریکہ کے شہر ہیوسٹن HOUSTON کے لئے کرلا کی مرکزی مسجد اسٹیشن روڈ مسجد کرلا بمبئی ۷۰ سے احباب کے ساتھ سہارا انٹرنیشنل ایرپورٹ کے لئے روانہ ہوا۔ حاجی خلیل احمد خاں، بھائی صدیق احمد خاں، سیٹھ شوکت علی برکاتی، بھائی صغیر احمد، عزیزم محمد صابر سلمہ اور عزیزم مولانا سراج احمد سلمہ کے ہمراہ رات کو گیارہ بجے پہنچا۔ امیگریشن کلیرنس کرانے کے بعد دیکھا تو بہت سارے حضرات مجھے الوداع کہنے کے لئے موجود تھے۔ مولانا حافظ شمس الدین استاذ مرکزی دارالعلوم محبوب سبحانی کرلا۔ بھائی امین وغیرہ بھی موجود تھے پھر رات کو ۱۲ بجے میں اپنے احباب و مخلصین کو وداعی سلام کہہ کر رخصت ہوا۔ حاجی خلیل احمد صاحب وفقہ اللہ خیراً چونکہ ایرپورٹ پر کام کرتے ہیں اس لئے وہ آخری سرحد تک چھوڑنے آئے۔ پھر میں احباب کی یادوں کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ گیٹ نمبر ۵ کے مسافروں کے لئے اعلان کیا جا چکا تھا۔ اور جرمنی ایرلائنز کا طیارہ LH 757 اپنی قوی ہیکل جسامت کے ساتھ ایرپورٹ پر کھڑا تھا۔ سامان پہلے ہی LH 563409 نمبر کے ساتھ جا چکا تھا۔ ۱/۲ ۲ بجے کی پرواز کے سارے مسافرین طیارہ کے داخلی حجم میں سما چکے تھے پھر دیکھتے دیکھتے ۳/۴ ۲ بجے طیارہ میں حرکت ہوئی اور اس نے اپنی پرواز کے لئے پر تول لئے۔ رات کی دبیز تاریکی میں دیکھتے دیکھتے قمقموں اور روشنیوں سے جگمگاتا شہر بمبئی پیچھے چھوٹ گیا پھر ایک منزل ایسی آئی کہ جب میں نے دیکھا تو باہر فقط تاریکیوں کے مرغولے تھے اور بس۔

جرمنی کے عالمی ہوائی اڈے FRUNIKFURT پر اس طیارہ کو ۱/۲ ۸ بجے اترنا تھا۔ میری کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی نے صبح کی آمد کی اطلاع تو دے دی مگر رات کے دراز سائے ابھی دور نہیں ہوئے تھے۔ جرمنی کے وقت کے مطابق طیارہ ۳/۴ ۵ بجے فرنیک فورٹ پر اترا مگر میری گھڑی میں اس وقت ۱/۴ ۱۱ بجے کا وقت تھا یہ وقت دراصل ہندوستان کا اسٹینڈرڈ ٹائم تھا گویا فرنیک فورٹ اور بمبئی کے درمیان ساڑھے تین گھنٹے کا فرق ہے۔ یہاں مجھے LH 757 کو چھوڑ کر LH 436 طیارہ پر سوار ہونا تھا۔ مسافرین کے ساتھ باہر نکلا اور B 39 گیٹ پر آیا۔ ایک شخص جو جرمنی ایرلائنز کا تھا اس سے میں نے امریکہ کے متعلق معلومات حاصل کیا اور پھر ایک ہال میں جہاں ہیوسٹن جانے والے مسافر بیٹھے تھے آکر بیٹھ گیا۔ جرمنی کے وقت کے مطابق ۱/۲ ۹ بجے اب LH 436 کی پرواز ہونے والی تھی۔ مگر میری گھڑی میں اس وقت ہندوستان کا ۱/۲ ۱ بج رہا تھا یہ بھی سابقہ طیارے کی طرح انتہائی عظیم الجثہ اور دیو ہیکل تھا۔ اس درمیان ایک بات یہ ہوئی کہ میں جب جب طیارے میں گیا اور اپنی سیٹ پر بیٹھا تو نیند کا شدید غلبہ رہا۔ اور میں راستہ بھر سوتا ہی گیا۔ اس بار پرواز کی صورتحال یہ رہی کہ مسلسل گیارہ گھنٹہ پرواز کرنے اور بحر الکاہل جیسے عظیم ترسمندر کو پار کرنے کے بعد طیارہ امریکہ کے ایک شہر DALLAS میں اترا اس وقت ہندوستانی وقت کے مطابق رات کا ۱/۲ ۱۲ بجے کا وقت تھا جبکہ امریکہ میں دن کے کوئی ۲ بج رہے تھے۔ ڈلاس میں

کوئی ایک گھنٹہ رک کر اب ہیوسٹن کے لئے پرواز کرنا تھا۔ پھر امریکی وقت کے مطابق ۴ بجے شام کو یہاں پہنچے اس وقت ہندوستان میں رات کا ۲ ۱/۲ بج رہا تھا۔ یہاں امیگریشن کلیرنس کرانے کے دوران تھوڑی دقت یہ ہوئی کہ جو فارم مجھے دیا گیا تھا وہ میں بھر نہ سکا تھا۔ مگر امریکہ میں چند اہم باتوں میں جو چیز دیکھنے کو ملی وہ پہلا مشاہدہ یہ تھا کہ آفیسر نے خود ایک دوسرے شخص کو بلوا کر فارم بھروا دیا اور میں امیگریشن سے باہر نکلا۔ البتہ کسٹم پر کچھ اور چیک نہیں کیا صرف پھلوں کے متعلق دریافت کیا۔ چونکہ میرے پاس کتابوں کا بنڈل تھا جس پر جلی تحریر میں BOOKS لکھا ہوا تھا اس لئے بلا تکلف چھوڑ دیا گیا۔ میں ٹرالی پر سامان لئے باہر نکلا میری نظریں محترم جناب سید شاہد علی صاحب کو تلاش رہی تھیں اس لئے ایک جگہ ساکت کھڑا تھا کہ اتنے میں دو حضرات آگے بڑھے اور تعارف کراتے ہوئے معانقہ کیا اس میں سے ایک جناب سید شاہد علی صدر اعلیٰ النور سوسائٹی اور دوسرے جناب فاروق خانانی جنرل سکریٹری النور سوسائٹی تھے۔ خلوص و محبت کے ساتھ میں فاروق صاحب کی گاڑی میں سوار ہوا۔ ایئرپورٹ سے کوئی پچاس کلومیٹر دور ہیوسٹن کا مشہور محلہ HILL CRAFT واقع ہے۔ یہاں آئے۔ النور سوسائٹی نے ابھی حال ہی میں ایک نئی جگہ لی ہے۔ جو بہت لمبی چوڑی زمین پر واقع ہے۔ ہزاروں مربع گز پر پھیلی ہوئی ایک عمارت تھی جو کبھی دوکان تھی اس کو ارکان اہلسنت نے خرید کر مسجد کا پلان تیار کیا ہے۔ اور ایک عظیم الشان مسجد کا منصوبہ بالتدریج عمل میں لایا جا رہا ہے ۲۶ رجون ۱۹۹۲ء کو راقم الحروف کے ہاتھوں سے اس کا افتتاح ہوا اور پہلی نماز جمعہ میں نے پڑھائی۔ شکراً للہ۔

النور سوسائٹی آف ہیوسٹن

ہیوسٹن میں اہلسنت و جماعت کا یہ ایک عظیم الشان ادارہ ہے۔ جس کی داغ بیل کوئی چار سال قبل ڈالی گئی تھی۔ غیروں نے اس ادارے کو سبوتاژ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر خدا بھلا کرے ان وفاکیشان محبت کا جنھوں نے متلاطم موجوں سے ٹکرا کر اس کا وقار بحال رکھا۔ اس کے موجودہ ارکان یوں ہیں:

جناب سید شاہد علی صاحب	صدر اعلیٰ
جناب سعید بیگ صاحب	نائب صدر
جناب فاروق خانانی صاحب	جنرل سکریٹری
جناب عمران لال پوریا	خزانچی
مذہبی سکریٹری	قاری اطہر صدیقی
پروپیگنڈہ سکریٹری	افتخار خاں

ایک اور منصب محاسب کا بھی ہوتا ہے جو اس وقت خالی ہے۔ علاوہ ازیں عموماً مذہبی سکریٹری النور مسجد کا امام ہوا کرتا ہے اس طرح ممکن ہے کہ یہ منصب راقم الحروف کو تفویض کر دیا جائے۔

سوسائٹی کی سرگرمیاں

سوسائٹی ہر سال جشن ربیع الاول انتہائی اہتمام سے مناتی ہے اور اور ایک مجلہ شہریہ "النور" اردو و انگریزی میں شائع کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ماہ محرم الحرام اور گیارہویں شریف نیز رمضان المبارک میں بھی شایان شان اہتمام کرتی ہے۔ اس کے علاوہ مذہبی تعلیم کو فروغ دینے اور زیادہ سے زیادہ اسلامی اقدار کو ترقی دینے کے لئے مذہبی کلاسیں بھی کرتی ہے جس میں بچوں اور بچیوں کے لئے الگ الگ اساتذہ کا انتظام ہوتا ہے۔ بچیوں کے لئے خاتون اور بچوں کے لئے کسی بھی شخص کا تقرر ہوتا ہے۔ فی الحال بچوں کے لئے راقم الحروف اور بچیوں کے لئے محترمہ ڈاکٹر مہر النساء صاحبہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہفتہ میں ایک دن، نوجوانوں اور بڑی عمر کے لوگوں کی کلاسیز بھی ہوتی ہیں نیز جلد ہی بعد نماز مغرب درس حدیث و قرآن بھی شروع کیا جانے والا ہے۔

اب تک ہیوسٹن میں جو چند بڑے علماء تشریف لا چکے ہیں ان میں قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب طرز ادیب علامہ شاہد رضا نعیمی لندن وغیرہ ہیں۔ سوسائٹی اہلسنت و جماعت کا ایک ذہن تیار کر رہی ہے تاکہ اہلسنت کے بکھرے ہوئے افراد کو متحد کیا جا سکے اور سواد اعظم کی سرگرمیاں تیز سے تیز تر کی جا سکیں۔ سوسائٹی کے عزائم بہت بلند ہیں اور تحریک کی ہر امکانی کوشش کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی حکمت عملی پر غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ امید قوی ہے کہ اگلے چند سالوں میں اس سے زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کی جا سکے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

امریکہ کا نظامِ حیات

مغربی تہذیب و تمدن میں یوں بھی اسلامی صداقت کی جاذبیت نہیں ہے تاہم کچھ ایسے اصول جو مسلمانوں کا حصہ تھے اب ان کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ یہ صرف خارج ہے داخل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی بھولا بھٹکا کسی امریکی سے راستہ پوچھے تو بلا تردد بتائے گا اور ہر ممکن کوشش کرے گا کہ منزلِ مقصود تک بہ آسانی پہنچ جائے۔ صفائی کا حد درجہ خیال رکھا جاتا ہے اگر کوئی راستہ میں چلتے پھرتے کاغذ کا ٹکڑا یا اور کوئی چیز پھینک دے تو اس کو فوراً جرمانہ کر دیا جائے گا اور کیلے کا چھلکا وغیرہ پھینکنے پر زیادہ سے زیادہ جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ گھروں کے کچڑے وغیرہ کے لئے بھی ایک اصول ہے ہر گھر میں کچڑوں کا ایک مخصوص برتن یا ٹوکری ہوتی ہے اس میں ردی سامان غیر مستعمل اشیاء اکٹھا کی جاتی ہیں اور ہفتہ میں دو دن اس کو کسی تھیلی میں بھر کر گھر کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے پھر صفائی کرنے والے آتے ہیں اور اس کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے سگریٹ نوشی کرنے والوں کے لئے راستہ میں جگہ جگہ کچڑا دان بنے ہوتے ہیں جس میں سگریٹ پھینکی جا سکتی ہے۔ یہ دراصل اسلامی اصولِ حیات ہے النظافۃ نصف الایمان "صفائی نصف ایمان ہے" چوری وغیرہ کی شرح بہت معمولی ہے ہاں کچھ کالے امریکی نژاد البتہ اس طرح کی حرکتوں میں ملوّث ہوتے ہیں۔ ٹیکنالوجی میں ترقی کا حال یہ ہے کہ معمولی سے معمولی یا بڑا سے بڑا کوئی بھی کام ہو سب مشین سے کیا جاتا ہے۔ کپڑے کی دھلائی سے لے کر زمین کی کھدائی تک سارا کام مشینی ہوتا ہے۔ بے راہ روی کی شرح اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ بھیک مانگنے کا طریقہ بھی نرالا ہے۔

ایک روز میں ڈاکٹر مجتبیٰ صاحب کے ساتھ ان کی گاڑی میں گزر رہا تھا میں نے ایک شخص کو ایک چوراہے پر دیکھا ایک تختی جس پر انگریزی میں لکھا تھا کہ "میری جاب ختم ہو گئی ہے براہ کرم میری مدد کیجیے" لئے کھڑا ہے۔ میں نے ڈاکٹر مجتبیٰ سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہا ہے انھوں نے بتایا کہ ان کی حرکات ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اسی طرح ایک روز میں اپنے کمرے میں بیٹھا مصروف کار تھا کہ ایک شخص نے دروازہ پر دستک دی میں نے دروازہ کھولا تو اس نے ایک ڈالر کا سوال کیا۔ غالباً فلپائنی تھا یا میکسیکن۔

یہاں بہت ساری ایسی چیزیں جن کو ایشیاء میں اعلیٰ طبقہ کے لوگ بطور خاص استعمال کرتے ہیں زندگی کی ضروریات میں داخل ہیں۔ مثلاً کوئی بھی مکان ہو اس میں فریج، گیس چولہا، ائر کنڈیشنڈ، گاڑی، ٹیلی فون ہونا ضروری ہے۔ یوں تو امریکہ بہت بڑا ملک ہے جس میں مختلف جگہوں پر مختلف قسم کا موسم ہوتا ہے۔ اگر نیویارک میں برف پڑ رہی ہے تو ہوسٹن میں شدید گرمی۔ اور کہیں کہیں موسم اس کے علاوہ بھی ہوتا ہے۔ نیز اشیاءِ خوردنی کے نرخ میں دسیوں سال سے کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔ جو قیمت دس سال پہلے تھی وہی قیمت دس سال بعد بھی ہے۔ مارکیٹیں سب کھلی ہوتی ہیں۔ اور ہر چیز پر اس کا نمبر ہوتا ہے آپ سامان خریدیئے اور لا کر کمپیوٹر کے سامنے رکھیے اسی نمبر سے اس کی قیمت کا تعین ہوگا اور کمپیوٹر قیمت بتا دے گا پھر آپ کو ایک سلیپ ملے گی۔ آپ قیمت ادا کر دیجیے۔ مگر بازار میں ہر جگہ کمپیوٹر کیمرہ نصب ہوتا ہے جس سے آپ کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ سامان آپ خود نکالیں گے ایسا نہیں کہ دوکان دار اس کو نکالے۔

ایشیائی افریقی اور یورپ و آسٹریلیا ہر جگہ کا سامان فراہم ہے۔ حتیٰ کہ ہند و پاک کے باشندوں کی جملہ ضروریاتِ زندگی محفوظ ہیں ہند و پاک میں جتنی طرح کی چیزیں استعمال کی جاتی ہیں وہ سب بھی ہیں۔ یہاں تک کہ تمباکو بھی ہندوستانی دوکانوں میں پایا جاتا ہے ہوٹل بھی ہوتے ہیں جس میں ایشیائی غذائیں فراہم ہوتی ہیں۔ ہندوستانی ڈش، پاکستانی ڈش، چینی ڈش وغیرہ البتہ لوگ ایک وقت کھانا بناتے ہیں اور دو وقت کھاتے ہیں۔ کام کی کثرت انھیں عائلی زندگی میں زیادہ دیر مشغول ہونے سے مانع ہوتی ہے۔

ایک روز میں سید شاہد علی صاحب کے ہمراہ ان کی گاڑی میں جا رہا تھا ایک پٹرول پمپ پر انھوں نے پٹرول لیا اور آگے بڑھے ان کو اپنی گاڑی دھلانی تھی۔ ایک شاور نما کوئی مشین تھی وہاں پہنچے دو چار بٹن دبایا اور گاڑی اس کے نیچے لے جا کر کھڑی کر دیا خود اس پر پانی گرا، اور کیمیکل لگایا پھر پانی پونچھا گیا پھر ہلکی حرارت سے اس کو

خشک کیا گیا۔ ہم لوگ گاڑی کے اندر بیٹھے تھے اور باہر سارا کام ہو چکا تھا۔

یہاں مکانات عموماً لکڑی کے ہوتے ہیں البتہ ان کی تعمیری پائیداری کے لئے دیواروں کو اینٹ یا پتھر کا رکھا جاتا ہے۔ ہر گھر میں فرش پر قالین بچھا ہوا ملے گا۔ مچھروں اور مکھیوں کا گزر نہیں۔ ہاں حشرات الارض کے لئے مختلف قسم کی دوائیں پائی جاتی ہیں جن کو رکھ کر یا پچکاری کر کے مکانوں کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ ڈاک کا نظام یہ ہے کہ جتنے بھی اپارٹمنٹ ہوتے ہیں ان کے الگ الگ بکس ہوتے ہیں اور کمرہ نمبر کے اعتبار سے اس میں ڈاک پہنچا دی جاتی ہے۔ پھر ہر شخص اپنی ڈاک آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ پوسٹ کرنے کے لئے ڈاکخانہ میں جانے پر ایک مخصوص کوپن نمبر ایشو ہوتا ہے اس کو لینے کے بعد اسی نمبر پر آواز لگائی جاتی ہے پھر آپ جائیں اور ڈاک کا جو معاملہ ہو نمٹایا جاتا ہے۔ گویا زندگی اتنی متحرک اور متنوع ہے کہ لمحہ لمحہ دم بدم حرکات ہی حرکات ہیں۔

احیائے اسلام

پورے امریکہ کے بارے میں تفصیل سے تو میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا اس پر تفصیلی تحریر مستقبل قریب میں انشاء اللہ تعالیٰ ہدیہ ناظرین کروں گا۔ تاہم جو معلومات مجھ کو فراہم ہوئی ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔ صوبہ ٹیکسس TEXAS میں ہیوسٹن میں اسلامی تحریکات بلندیوں پر ہیں جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اہلسنت وجماعت بڑی خوش آئند ساعتوں سے ہمکنار ہو رہے ہیں۔ البتہ جماعت اسلامی کی تحریکیں کچھ زیادہ ہی منظم طور پر کام کر رہی ہیں۔ مگر سواد اعظم کی اٹھان سے اس کا مستقبل بہت روشن نظر آ رہا ہے۔ جا بجا ادارے اور مساجد قائم ہو رہی ہیں النور سوسائٹی انتہائی باضابطگی سے کام کر رہی ہے۔ اس کے ذیلی ادارے قائم کئے جانے پر غور و خوض کیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ شکاگو CHICAGO میں بھی تنظیم اہلسنت کی خدمات لائق تعریف ہیں۔ وہاں بھی سنت کی احیاء کا کام زوروں پر ہے اور بیرونی علماء کی آمد آمد ہے۔ ایک خبر کے مطابق جلد ہی وہاں شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اور مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی صاحبان کا ایک انقلابی دورہ ہونے والا ہے۔ اور اسی طرح ہیوسٹن میں قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی میاں اور مفکر اسلام علامہ قمر الزماں صاحب کا دورہ بھی ربیع النور شریف کے موقع پر ہونے والا ہے۔

نیز نیوجرسی NEW JERSEY امریکہ میں بھی اہلسنت کے علماء کی ایک کھیپ کام کر رہی ہے۔ وہاں سے اہلسنت وجماعت کا ایک آرگنائزر "ترجمان اسلام" مسلم فیڈریشن نیوجرسی کے زیر اہتمام مولانا حافظ غلام یٰسین رضوی کی نظامت و ادارت میں پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو سواد اعظم ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اور امام اہلسنت کا عشق سے بھرپور، دلوں کو گرمانے والا سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

ہر محفل میں عشق و وجدان کے ساتھ پڑھا جاتا ہے

فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک مذہبی رسم

ایک روز ایک جنازہ میں پہلی بار شرکت کا موقع ملا۔ مگر جو چیز ہم نے یہاں دیکھی وہ یقیناً ہمارے لئے عجوبہ تھی۔ یہاں کی حکومت کے قوانین کی پابندیوں کے زیر اثر ہی مُردوں کے مراسم انجام پاتے ہیں۔ یہاں کا قانون ہے کہ میت کو تابوت میں رکھ کر ہی قبر میں دفن کیا جائے گا۔ حالانکہ یہ صرف عیسائیت کا قانون تھا مگر اس کو مسلمانوں پر جبری لادا گیا ہے۔ چنانچہ تابوت کے سلسلہ میں جو فقہاء کا ارشاد ہے وہ یہ کہ اگر مٹی ایسی ہو کہ اس میں بغیر تابوت کے دفن نہیں کیا جا سکتا مثلاً مٹی بہت تر ہو تو جواز کا فتویٰ ہے لیکن یہاں ایسی کوئی صورت نہیں پھر بھی تابوت کا ہونا ضروری ہے۔ بہار شریعت میں ہے کہ:

"مسئلہ تابوت کہ میت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں یہ مکروہ ہے مگر جب ضرورت ہو مثلاً زمین بہت تر ہے تو حرج نہیں۔ مسئلہ اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور داہنے بائیں خام اینٹیں لگا دیں، اور اوپر کہگل کر دیں غرض یہ کہ اوپر کا حصہ مثل لحد کے ہو جائے" (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۲۹)

علاوہ ازیں تابوت اتنا قیمتی ہوتا ہے اور اس قدر نفیس کہ اس کی مالیت کوئی ہزار یا پندرہ سو ڈالر ہوتی ہے۔ جو یہاں کی کسی کمپنی کا تیار کردہ ہوتا ہے۔ پھر مُردہ کو قبرستان میں لے جاتے ہیں۔ اور ایک بلڈوزر سے فوراً تازہ بہ تازہ قبر کھودی جاتی ہے۔ یہاں ہیوسٹن امریکہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا قبرستان مشترکہ ہے ایک طرف عیسائی دفن کیے جاتے ہیں اور دوسری طرف مسلمان۔

جب قبر کھودنے کا وقت ہوتا ہے تو قبرستان کی مینیجنگ باڈی کے آفیسران آکر پہلے مردے کے بارے میں تفتیش کرتے ہیں کہ کوئی ایسی بیماری تو نہیں تھی جس کے مضر اثرات مرتب ہوں اب وہ قبر کی نشاندہی کریں گے۔ قبر کُھد جانے کے بعد ایک دوسری مشین لائی جاتی ہے وہ قبر کے ارد گرد کھڑی کردی جاتی ہے جو کسی چارپائی کی طرح ہوتی ہے اس میں دو موٹے موٹے پٹے نکال کر ایک دوسرے حصے کو مربوط کر دیا جاتا ہے پھر تابوت اس پر رکھا جاتا ہے۔ اب تابوت کھولا جائے گا اور مُردے کے جسم کے ارد گرد لوگ دعا پڑھ کر مختصر مٹی رکھ دیں گے۔ نہ اس کو لحد کی شکل بنایا جاتا ہے نہ ہی اتنی مٹی رکھی جاتی ہے کہ مردے کے ارد گرد خود لحد کی سی کیفیت ہو جائے۔ بعد ازاں ایک اسکرو کے ذریعہ پٹے ڈھیلے کیے جاتے ہیں اور قبر میں تابوت خود بخود آہستہ آہستہ اتر جاتا ہے۔ اب پھر بلڈوزر آئے گا اور وہی قبر میں مٹی ڈالے گا لوگ تماشائی بنے کھڑے رہتے ہیں۔ پھر قبرستان کا غیر مسلم عملہ قبر کو برابر کرے گا۔ مگر قبر میں کوہان بالکل نہیں ہوتی بلکہ اس کو زمین کے برابر سطح کر دیا جاتا ہے۔ اور کسی لوہے کی ایک تختی قبر کے اوپر بیچ میں لگادی جاتی ہے۔ پھر اس کو پھولوں کا گلدان لگادیا جاتا ہے۔ جس کا قبر سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ قبر کے اوپر رکھا رہتا ہے۔

میں نے جب پہلی بار اس کو دیکھا تو محسوس ہوا کہ کوئی گلستاں ہے جو رنگ برنگ کے پھول کھل رہے ہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ نہیں یہ قبرستان ہے۔ متزادیہ کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے دونوں قبرستان کا حال اس سلسلے میں یکساں ہے۔

بینکنگ سسٹم

یوں امریکہ میں دنیا بھر کے مختلف قسم کے بینک ہیں۔ لیکن بینکنگ کا نظام بالکل نرالا ہے۔ ڈاکٹر مجتبیٰ صاحب کے ساتھ FIRST INTER STATE BANK بینک گئے۔ ہم سمجھتے تھے کہ جس طرح ہمارے ملک میں اندر جاکر لمبی مصیبتیں جھیل کر اور پورا پورا دن خرچ کر کے بینک کا کام کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہو گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ بینک کی عمارت سے کافی دور کار پارکنگ کی طرح کی چھتری نما ایک سائبان کی جگہ نظر آئی اس میں تھوڑی تھوڑی دور پر کھمبے لگے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر موصوف ایک کھمبے کے پاس گئے گاڑی روکی۔ اور اسی میں بیٹھے رہے۔ کھمبوں کے بیچ برقی خلا رکھا گیا ہے ٹھیک گاڑی کے مقابل ایک خالی جگہ طاقچے کی شکل ہوتی ہے اس میں ایک ڈبہ لگا ہوتا ہے۔ اپنا چیک پھاڑ کر اسی میں ڈال دیا جاتا ہے پھر وہ ڈبہ اسی برقی رو سے اندر بینک میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر تمام کارگزاریاں صحیح رہیں تو اسی ڈبے میں آپ کو آپ کی رقم مل جائے گی۔ اگر چیک میں کوئی غلطی ہوئی تو اسی طاقچے میں انٹرکام کی طرح کا ایک مقناطیسی آلہ نصب ہوگا بینک کی عمارت سے آپ سے سوالات کیے جائیں گے اور آپ اس کا جواب وہیں اپنی گاڑی میں بیٹھے بیٹھے دے دیجیے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے چیک پر دستخط نہیں کیا تھا اندر سے سوال کیا گیا۔ انھوں نے معذرت کی فوراً چیک اسی ڈبہ میں برقی رو کے ساتھ واپس آیا جس کے ساتھ دستخط کے لیے ایک قلم بھی تھا۔ آپ نے دستخط کرکے قلم رکھ لیا اور اس ڈبہ کو بھیج دیا۔ اور قلم کے متعلق انٹرکام سے بات کرلی اُدھر سے ایک تشکر آمیز آواز ابھری۔ انھوں نے اپنا پیسہ لیا اور گاڑی آگے بڑھادی۔ دوسرا شخص جو اپنے نمبر کے انتظار میں تھا لائن پر لگ گیا۔

محفل میلاد اور قصیدہ بُردہ شریف

مذہبی حلقوں میں اہلسنت و جماعت ایک خصوصی پروگرام بناتے ہیں۔ پھر احباب کو دعوت دی جائے گی۔ النور سوسائٹی کے انفارمیشن سکریٹری محترم جناب بھائی افتخار احمد صاحب کے یہاں قصیدہ بُردہ شریف کا پروگرام ہوا۔ یہاں قصیدہ بردہ شریف اور مولود برزنجی عاشقِ رسول جعفر برزنجی علیہ الرحمہ کی تصنیف دونوں ایک ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ دلائل الخیرات کے احزاب کی طرح پہلے قصیدہ بُردہ شریف شروع کیا جاتا ہے پھر درمیان میں میلاد رسول صلی اللہ تعالیٰ پڑھا جاتا ہے جو مولود برزنجی شریف کے اہم اور خاص اقتباسات ہوتے ہیں لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں اور

(باقی صفحہ ۶ پر)

سنّی دعوتِ اسلامی ۔ بمبئی

مسلمانوں کے نام مشاہیر علمائے اہلسنّت کا ولولہ انگیز پیغام

یہ خبر سب کے لئے باعثِ مسرت ہے کہ عقائد و اعمال کی اصلاح اور دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دینے کے لئے سنّی دعوتِ اسلامی کے نام سے چند ماہ بیشتر بمبئی میں جس مبارک تحریک کی بنیاد رکھی گئی تھی ۔ الحمدللہ کہ علماء کرام کی قیادت میں آج وہ تحریک نہایت سرعت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے ۔

حضرت مولانا حافظ قاری محمد شاکر قادری رضوی کی پُرسوز جدوجہد اور ان کے عشق و اخلاص کی کشش سے ہزاروں نوجوانوں میں دینی زندگی کی ایسی لگن پیدا ہو گئی ہے کہ انھیں دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے ۔ چہروں پر داڑھیاں ، پیشانیوں پر نورِ ایمان ، اور سفید عمامے میں ملبوس سنّی دعوتِ اسلامی کے مبلغین اتباعِ سنّت عبادت و تقویٰ اور عشقِ رسول کا پیغام جس دل سوزی کے ساتھ گھر گھر پہنچا رہے ہیں اس سے مسلم معاشرہ میں ایک خوش آئند مذہبی بیداری کی امید بندھ گئی ہے ۔

بمبئی اور مضافات کی بہت ساری مسجدوں میں سنّی دعوتِ اسلامی کے مراکز قائم ہو گئے ہیں جہاں اس کے تربیت یافتہ مبلغین پوری تندہی کے ساتھ شب و روز دین کا کام کر رہے ہیں ۔ اور سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ اس تحریک کی مقبولیت کے آثار دن بدن نمایاں ہوتے جا رہے ہیں ۔

جو خصوصیات سنّی دعوتِ اسلامی کی تحریک کو دوسری تحریکوں سے ممتاز کرتی ہیں وہ خاص طور پر یہ ہیں ۔

سنّی دعوتِ اسلامی کی خصوصیات

(۱) اس مقدس تحریک کی قیادت پر کسی شخصِ واحد کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ اکابر اہلسنّت کی اجتماعی سربراہی نے اس کے مذہبی ، فکری اور مسلکی مستقبل کو ہر طرح کے خطرات سے مکمل طور پر محفوظ کر دیا ہے ۔

۲۔ فکری اور عملی سطح پر مسلک اہلسنّت کی ترویج و اشاعت اس تحریک کا بنیادی نصب العین ہے ۔ اور یہ تحریک انھیں خطوط پر کام کر رہی ہے اور کرتی رہے گی جو اکابرین امّت ، مشائخ طریقت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ، شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں کچھوچھوی ، صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی ، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی ، محدثِ اعظم حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی ، مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا قادری نوری ، تاج العلماء حضرت مولانا سید اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی ، مبلغِ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی ، برہان الملۃ حضرت مولانا عبدالباقی محمد برہان الحق جبل پوری ، شیر بیشۂ سنّت حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ۔ سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی ، محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد قادری ، حافظِ ملّت حضرت مولانا عبدالعزیز مرادآبادی ، مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قادری ، اور غزالیٔ دوراں حضرت مولانا احمد سعید کاظمی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے متعین فرمائے ہیں ۔ اسی کے نتیجے میں یہ تحریک اس امر کی پابند ہے اور رہے گی کہ ہر حال میں وہ اپنے جماعتی امتیازات اور مسلکی شناخت کو برقرار رکھے گی ۔

۳۔ عقائد و اعمال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس تحریک کا سب سے

بڑا مقصد علمائے اہلسنت اور مدارس اہلسنت سے عوام کو جوڑنا اور مربوط رکھنا ہے۔ اور ہر اس تحریک کو ناکام بنانا ہے جو کسی ذات خاص کو مرشد انام اور مرجع خلائق بنانے کے لئے علماء و مدارس کے خلاف چلائی جائے۔

ان تفصیلات کے بعد ہم دستخط کنندگان ہند و پاک میں پھیلے ہوئے اہلسنت کے کروڑوں عوام و خواص کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کراتے ہیں کہ ہماری غفلتوں کے نتیجے میں کفر و الحاد اور بدعقیدگی و بے دینی کا سیلاب اب ہمارے گھر کی فصیلوں سے ٹکرا رہا ہے۔ اپنے دین کی حفاظت کے لئے اب بھی اگر ہم صف آرا نہیں ہوئے تو عنداللہ و عندالرسول بھی ہم جواب دہ ہوں گے اور آنے والی نسلیں بھی ہمیں معاف نہیں کریں گی۔

اس لئے اب اہلسنت کے علماء، مشائخ، اساتذہ، خطباء اور ائمہ مساجد سر سے کفن باندھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور سنی دعوت اسلامی کی تحریک کو شہر شہر گاؤں گاؤں اور گھر گھر پہنچا دیں۔ اور جگہ جگہ اس کے تبلیغی مراکز قائم کریں اس کام کے لئے آسمان سے فرشتے نہیں اتریں گے۔ بلکہ ہم کو اپنا ہی خون جلانا ہوگا۔ اپنا آرام تجنا ہوگا۔ اور اپنے تن من دھن کی قربانی دے کر اپنے دین و ایمان کو بچانا ہوگا۔

کام کا سلسلہ شروع کرنے اور ہدایات حاصل کرنے کے لئے سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے رابطہ قائم کریں۔

پتہ یہ ہے:۔ مسجد محمد اسمٰعیل حبیب
۱۲۶ کامبیکر اسٹریٹ۔ محمد علی روڈ۔ بمبئی ۳

دستخط علمائے کرام

۱۔ علامہ ارشد القادری۔ صدر کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس
۲۔ علامہ سید حامد اشرف کچھوچھوی۔ صدر اعلیٰ سنی دار العلوم محمدیہ، بمبئی
۳۔ علامہ ظہیر الدین خاں رضوی۔ شیخ الحدیث سنی دار العلوم محمدیہ، بمبئی
۴۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی، نائب صدر مسلم پرسنل لاء کانفرنس
۵۔ مولانا محمد حنیف عزیزی۔ استاذ سنی دار العلوم محمدیہ، بمبئی
۶۔ قاری محمد اسلام اللہ عزیزی۔ استاذ سنی دار العلوم محمدیہ، بمبئی
۷۔ مفتی محمود اختر قادری۔ استاذ سنی دار العلوم محمدیہ، بمبئی

وغیرہم

یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کا جواب

ماضی قریب کے مشہور فقیہ و مفتی حضرت مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہ اپنی معروف فقہی کتاب بہار شریعت حصہ نہم میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اب چونکہ حکومت اسلام ہندوستان میں باقی نہیں۔ کوئی روک تھام کرنے والا باقی نہیں رہا۔ ہر شخص جو چاہتا ہے بکتا ہے۔ اور آئے دن مسلمانوں میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ نئے نئے مذہب پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک خاندان بلکہ بعض جگہ ایک گھر میں کئی مذہب ہیں اور بات بات پر جھگڑے لڑائی ہیں۔ ان تمام خرابیوں کا باعث یہی نیا مذہب ہے۔

ایسی صورت میں سب سے بہتر ترکیب وہ ہے جو ایسے وقت کے لئے قرآن و حدیث میں ارشاد ہوئی۔ اگر مسلمان اس پر عمل کریں تمام قصوں سے نجات پائیں۔ دنیا و آخرت کی بھلائی ہاتھ آئے۔

وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے میل جول چھوڑ دیں۔ سلام و کلام ترک کر دیں۔ ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ کھانا پینا ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا۔ غرض ہر قسم کے تعلقات ان سے قطع کر دیں۔ گویا سمجھیں کہ اب وہ رہا ہی نہیں۔ واللہ الموفق۔"

(ص ۱۲۶ حصہ نہم بہار شریعت۔ کتب خانہ اشاعت الاسلام چوڑی والان دہلی ۶)

جشن عید میلاد النبی۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی

مسجد رضا اسٹریٹ ذاکر نگر۔ نئی دہلی میں بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۹۲ء بعد نماز عشاء تا ڈھائی بجے شب ایک عظیم الشان جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہوا۔ اجلاس کی صدارت حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی بانی و مہتمم دار القلم دہلی نے فرمائی۔

حضرت علامہ ارشد القادری صدر کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس۔ حضرت مولانا عبید اللہ اعظمی ایم پی۔ حضرت مولانا ابو الحقانی محمد حسین صدیقی مصباحی۔ مولانا نعیم الدین رضوی نے جلسہ کو خطاب فرمایا۔ مولانا شہاب الدین رضوی مناظر بدایونی۔ حافظ غلام یٰسین نے نعت شریف کے نذرانے پیش کئے۔ اناونسر کے فرائض مولانا علی احمد سیوانی مصباحی نے انجام دیئے۔ صلوٰۃ و سلام اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

المعلن:۔ نیاز احمد صدیقی۔ صدر انجمن رضا۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۲۵

ہیوسٹن امریکہ میں مذہبی سرگرمیاں

مسجد النور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایک شہر ہیوسٹن HOUSTON میں اہلسنت وجماعت کی روز افزوں ترقی یقیناً مستقبل کی کامرانیوں کی غماز ہے۔ اہلسنت وجماعت کا عظیم الشان ادارہ "النور سوسائٹی" جس نے ایک ایسا نمایاں کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یاد کیا جائیگا۔ اس ادارہ کے زیر اہتمام ایک مسجد کا قیام اس وقت ہوا جبکہ لوگوں کو اپنی شناخت قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ غیر کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے عوام اہلسنت نے ایک ایسا قدم اٹھایا جس پر ملائکہ بھی آفریں کر رہے ہوں گے۔ واقعہ یہ ہوا کہ کوئی چار سال قبل اہلسنت کا مرکزی نظام استوار کیا گیا اور "النور سوسائٹی" نام کا ادارہ عمل میں آیا۔ جو پہلے ہل کرافٹ (HILL CRAFT) میں واقع تھا مگر اس کی مسجد "النور مسجد" اپنے حجم وتناسب کے لحاظ سے افراد کی کثرت کے پیش نظر تنگ محسوس کرنے لگی۔ لہٰذا اب کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرنا تھا جو کافی کشادہ ہو اور مستقبل کے خوابوں کی تعبیر بھی چنانچہ مستقل جدوجہد اور سعی پیہم سے ایک جگہ پریسٹ ووڈ (PREST WOOD) میں کوئی پونے دو ایکڑ زمین پر مشتمل ایک لاکھ چالیس ہزار ڈالر میں خریدی گئی۔ یہ ایک بہت بڑی دوکان تھی۔ فی الحال وہاں جمعہ کی نماز کا قیام عمل میں آچکا ہے۔

احباب سنت وسواد اعظم کے ان فداکاروں کا جذبہ بلند ابھی اور بھی بلند ہے۔ اس پر ایک عظیم الشان مسجد "النور مسجد" کا عمل ابھی باقی ہے۔ فی الحال ایک لاکھ ڈالر کے صرفہ کے ساتھ اس کو اس لائق بنائے جانے کا کام شروع کیا جانے والا ہے جس سے یہاں مستقل پنجوقتہ نمازیں ہوں۔ اور النور کی ایک عمدہ لائبریری ہو۔ اس کا آفس نیز ایک ایسے اسکول کی تجویز بھی زیر غور ہے جس میں طلبہ کو مکمل اور باضابطہ مذہبی تعلیم دی جاسکے۔ اس عملی اقدام سے غیروں میں ایک ہیجانی کیفیت طاری ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضور نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں ہمیں امید قوی ہے کہ چند سالوں میں ہم اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا چکے ہوں گے۔

ذکر شہید اعظم عاشورہ کی شب میں پریسٹ ووڈ (کی نئی عمارت مسجد النور میں) حضور گلگوں قبا شہید اعظم امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ذکر شہادت کی محفل کا انعقاد ہوا۔ نماز مغرب کے بعد حضرت مولانا حافظ وقاری محمد قمر الحسن قادری کی تلاوت قرآن کریم سے اس پاکیزہ محفل کا آغاز ہوا۔ پھر تلاوت کے بعد پروفیسر ڈاکٹر مولانا عبدالستار خاں حیدرآبادی سابق استاذ شعبہ فارسی حیدرآباد یونیورسٹی دکن کا خطاب ہوا پھر بلبل ہیوسٹن جناب عزیز احمد صاحب نے انتہائی وجد آفریں انداز میں نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیش کیا اور اس کے بعد محترم مولانا قمر بستوی صاحب کا خطاب نایاب ذکر شہادت کے عنوان پر ہوا۔ موصوف نے ہیوسٹن کی تاریخ کا ایک مثالی خطاب فرمایا۔ اور ذکر شہادت پر حدیث وقرآن سے تفصیلی روشنی ڈالی کوئی چالیس منٹ کے خطاب کے بعد جناب حافظ وقاری عبدالقادر صاحب حیدرآبادی نے قرأت قرآن عظیم اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرمایا۔ آخر میں صلوٰۃ وسلام اور قل شریف پر مجلس کا اختتام ہوا پھر تبرکات تقسیم ہوئے اور نماز عشاء ادا کی گئی۔ فالحمد للہ۔

قصیدہ بردہ شریف اور مولود برزنجی شریف مورخہ ۱۸ جولائی بروز سنیچر

راقم الحروف کے گھر قصیدہ بردہ شریف کا پروگرام منعقد ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد قمرالحسن صاحب قمر بستوی مصباحی کی تلاوت سے اس کا آغاز ہوا۔ تلاوت کے بعد جناب عزیز صاحب نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نذرانہ پیش کیا پھر حضرت مولانا موصوف کا خطاب ہوا جس میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباعِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا موصوف نے قصیدہ بردہ شریف کا تاریخی پس منظر اور اس کی ادبی و روحانی افادیت پر کلام فرمایا۔ نیز قصیدہ بردہ شریف کے عشق کا مرکزی کردار بھی واضح فرمایا۔ پھر جناب ارشد صاحب حیدرآباد دکن نے اپنے مخصوص دل پذیر آواز میں قصیدہ بردہ شریف پڑھنا شروع کیا ایک وجدانی منظر تھا اور روح سیراب ہو رہی تھی حضرت مولانا عبدالستار خاں صاحب نے مولود برزنجی شریف تلاوت کی پھر آخر میں میلاد پڑھ کر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ بحضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم گزارا گیا۔ پھر تبرکات کھا کر نماز ادا کی گئی اور مجلس اختتام کو پہنچی کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور روح کو جلا بخشی۔

المعلن:۔ **افتخار احمد خاں**

انفارمیشن سکریٹری النور سوسائٹی ہیوسٹن ٹیکساس۔ امریکہ

مولانا اسرار الحق کا انتقال

حضرت مولانا سید شاہ اسرار الحق سابق ایم پی و صدر کل ہند قومی ایکتا دلی کا ۱۶؍ جولائی ۹۲ء بعمر ۶۸ برس دہلی میں انتقال ہو گیا۔ حضرت مولانا سید شاہ رکن الدین اصدق مہتمم ادارہ اڑیسہ اور مدھیہ پردیش کے طویل دورے پر تھے موصوف کی آمد پر ۲۸؍ جولائی ۱۹۹۲ء کو مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف بہار شریف میں قرآن خوانی اور جلسہ تعزیت کا اہتمام کیا گیا جس میں تمام طلبہ، اساتذہ کرام اور احباب و مخلصین نے شرکت فرمائی۔

حضرت مولانا شاہ اسرار الحق کا تعلق شاہجہان پور یو۔ پی کے ایک علمی اور روحانی گھرانے سے تھا۔ آپ کی ذات سیاست اور مذہبیت دونوں کی سنگم تھی۔ ایک اعیار بلند پایہ خطیب اور ملک گیر شہرت کے مالک سیاسی مقرر تھے۔ آپ اپنی جدّی خانقاہ کے سجادہ نشین بھی تھے اور راجیہ سبھا کے ممبر بھی۔ بیعت و ارشاد کا بھی آپ کا مشغلہ تھا۔ اور مدت تک کل ہند قومی ایکتا کے صدر بھی رہے۔ آپ کی نماز جنازہ خواجہ سید الاسلام الدین نظامی نے درگاہ محبوب الٰہی نے پڑھائی اور تدفین قبرستان پنج پیراں نئی دہلی میں ہوئی۔

دو سال قبل آپ پر فالج کا حملہ ہوا تھا اس وقت سے سیاسی اور مذہبی دونوں سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں اور قدرت نے وسعت اور ذرائع دونوں ہی عطا کئے تھے اس لئے امریکہ تک علاج کے لئے تشریف لے گئے۔ مگر "چوں قضا آید طبیب ابلہ شود" موت کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ گزشتہ چند دنوں سے آپ پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور بالآخر دہلی میں ۱۶؍ جولائی ۱۹۹۲ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ سیاسی اور مذہبی دونوں میدانوں میں مولانا کی کمی کا احساس اپنے اور بیگانے سبھی کو ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آخر میں فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت پر اس دن کو مجلس کا اختتام ہوا۔

غلام صادق اصدق

دفتر مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف بہار شریف۔ نالندہ۔ بہار

دوروزہ عرس قادری۔ پیرس فرانس

سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل برانچ فرانس کی جانب سے پیرس میں مورخہ ۲۵/۲۶؍ جولائی ۹۲ء بروز ہفتہ و اتوار "عرس قادری رضوی" کا دوروزہ شاندار اجلاس مبلغ اسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی بانی و مدیر مرکزی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کی قیادت و صدارت میں منعقد کیا گیا جس میں ارباب علم و دانش نے انگریزی زبان و ادب میں عالم اسلام کے اس عظیم ترین اسکالر کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور مقالات پڑھے جبکہ اخیر میں مبلغ اسلام کا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ کے آفاقی و علمی کارناموں پر خطاب ہوا۔ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کی جانب سے دنیا بھر کے مختلف ممالک میں عرس قادری رضوی کے ایمان افروز اجلاس تاہنوز جاری ہیں ساؤتھ افریقہ میں جوہانسبرگ، ڈربن، پریٹوریا، کیپ ٹاؤن، لیڈ سمتھ اور ماریشش میں پورٹ لوئس کے تاریخی اجلاس قابل ذکر ہیں۔

محمد فروغ القادری المدیر العام سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن ساؤتھ افریقہ

دینی و تبلیغی سرگرمیاں

(ادارہ)

تحفظ بابری مسجد کی اپیل

بابری مسجد کے تحفظ کا مسئلہ اب بالکل آخری مرحلہ میں داخل ہوگیا ہے۔ حالات اتنے سنگین ہیں کہ ادنیٰ سی غفلت سے بھی پورے ملک کا امن و امان خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

وشو ہندو پریشد و بجرنگ دل اور بھاجپا کی قانون شکنی و سرکشی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ملک سے انتظام وقانون کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اگر حکومت طاقت کے آگے بالکل جھک گئی اور قانون کا مذاق اڑانے والوں کو لگام نہیں دی گئی تو لاقانونیت کی یہ آگ بابری مسجد تک ہی محدود نہیں رہے گی بلکہ پارلیمنٹ کا وقار بھی جل کر خاکستر ہو سکتا ہے۔

ملک کے تحفظ و سالمیت کے لیے اگر مختلف حصوں میں فوج سے مدد لی جا سکتی ہے تو اجودھیا میں قانون کے باغیوں کو ملک کی سلامتی سے کھیلنے کی اجازت کیوں دی جائے؟ اب سوال کسی ایک فرقہ کی عبادت گاہ کے تحفظ کا نہیں بلکہ ملک کے آئینی ڈھانچے کو بچانے کا ہے۔

بابری مسجد کے مسئلہ میں مسلمانوں کا یہ کردار آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ انھوں نے انتہائی صبر و ضبط سے ہمیشہ صرف حکومتوں کے حفاظتی اقدامات کا انتظار کیا ہے۔ قانون اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے طور پر اب تک کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اور ہمیں یقین ہے کہ ان نازک ترین اور انتہائی اشتعال انگیز حالات میں بھی مسلمان اپنے صبر و تحمل اور بصیرت و فراستِ ایمانی کی روایات کو برقرار رکھیں گے۔

اگر حالات بہت زیادہ مجبور کر دیں تو اپنے جذبۂ بے اختیار کی تسکین کے لیے حکومتِ وقت کے خلاف صف آرا ہوں۔ اور اپنے احتجاج و مظاہرہ کا رُخ صرف اسمبلی و پارلیمنٹ تک محدود رکھیں۔ اور دستوری و قانونی جدّ و جہد تیز تر کر دیں۔

ویسے ہمیں یقین ہے کہ خداوند ذوالجلال کی خفیہ تدبیریں اپنے گھر کی حفاظت کے لیے ضرور حرکت میں آئیں گی۔ اور ہمیں صرف اسی کا سہارا ہے۔

دستخط کنندگان:۔ (۱) علامہ ارشد القادری صدر کل ہند مسلم پرسنل لار کانفرنس۔ (۲) مولانا یٰسین اختر مصباحی نائب صدر۔ (۳) مولانا عبید اللہ اعظمی ایم پی جنرل سکریٹری (۴) مولانا محمد ادریس بستوی جنرل سکریٹری۔ (۵) قاری محمد میاں مظہری ایڈیٹر قاری دہلی۔

جاری کردہ (۲۰/۷/۹۲ء)

غلام عبد القادر پروپیگنڈہ سکریٹری

انعامی مقابلہ

عناوین:۔

۱۔ علم کا مقام اور اہل علم کی ذمہ داریاں

۲۔ حالات کا نیا رُخ اور علماء دین کی ذمہ داری

۳۔ دورِ نو کا چیلنج اور ہمارے نوجوان

شرائط:۔ مقالہ ۳۰ سے ۴۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ مقالہ علمی، فکری اور ادبی ہو۔ جدید اسلوب میں ہو۔ مقالہ نگار اپنا نام اور پورا پتہ مع مقالہ ارسال کریں۔ مقالہ پہنچنے کی آخری تاریخ ۱۵ر جمادی الاول۔ تنظیم کا فیصلہ حتمی اور قطعی ہوگا۔

نوٹ :- (۱) انعام تین سو روپے نقد دیا جائے گا۔

۲- معیاری مقالہ کو رضا اسلامک مشن لکھنؤ کی طرف سے کتابی شکل میں شائع کرایا جائے گا۔

مقالہ اس پتہ پر ارسال کریں۔

آفتاب احمد۔ ابو گیس والے
چاند ہوٹل والی گلی نظیر آباد۔ لکھنؤ

عرس حسام الدین فتح پوری

حضرت شاہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ۶۱۲ واں سالانہ عرس مبارک محلہ مسوائی کھنجڑی نیم فتح پور یو۔پی بتاریخ ۲۰؍۲۱؍ اگست میں منعقد ہوا۔ ۲۰؍ اگست کو نعتیہ مشاعرہ و ۲۱؍ اگست کو بعد نماز فجر قرآن خوانی بعدہٗ فاتحہ خوانی، شجرہ خوانی، اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مشہور سلام ع مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھا گیا۔ پیرزادہ شاہ انتظار عالم حسامی الفاروقی متولی درگاہ کی دعا پر عرس کا اختتام ہوا۔

پیرزادہ شاہ انتظار عالم حسامی الفاروقی

ڈربن میں عرس قادری رضوی

سالہائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی عروس البلاد ڈربن ساؤتھ افریقہ میں سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کے زیر اہتمام عرس قادری رضوی کا چودھواں (۱۴) چہار روزہ عظیم الشان اجلاس مورخہ ۲۰؍۲۱؍۲۲؍ اور ۲۳؍ اگست ۹۲ء بروز جمعرات جمعہ سنیچر اور اتوار کو نہایت ہی وسیع پیمانے پر منایا گیا جبکہ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف انڈیا میں عرس قادری رضوی کا تہترواں سالانہ اجلاس منعقد کیا گیا ہے۔ اجلاس کے پہلے دن حلقہ ذکر و نعت کی محفل رہی جبکہ دوسرے دن بعد نماز عشاء حضور تاجدار اہلسنت مفتی اعظم اسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس منایا گیا پھر تیسری شب میں نعتیہ مشاعرہ ہوا جس میں کثیر علماء و شعراء اور ارباب علم و دانش نے شرکت کی، عرس قادری رضوی کے آخری یعنی چوتھے اجلاس میں علمائے کرام کی بصیرت افروز تقریر ہوئی خصوصی طور پر مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی بانی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل مانچسٹر لندن اور فاضل نوجوان مولانا محمد فروغ القادری المدیر العام سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن کا خطاب قابلِ ذکر ہے، اجلاس میں دور و نزدیک سے آئے ہوئے اربابِ علم و دانش اور اسکالرس نے امام احمد رضا کے عالمی و آفاقی کارناموں پر انگریزی زبان میں تحقیقی مقالات بھی پڑھے ساتھ ہی اس موقع پر پروفیسر مسعود احمد (کراچی پاکستان) کا رضویات کے عنوان سے ایک طویل مقالہ "رہبر و رہنما" کا انگریزی ترجمہ "گائیڈ اینڈ گائیڈنس" بھی مذکورہ سوسائٹی کے پریس سے شائع کیا گیا، سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن دنیا بھر کی ان تمام اکیڈمیوں کو ہدیۂ تبریک پیش کرتی ہے جو رضویات کے عناوین سے تحقیقی مقالات و مضامین شائع کر رہے ہیں۔

غلام نبی قادری سکریٹری جنرل سنی رضوی سوسائٹی
ڈربن۔ ساؤتھ افریقہ

جشنِ یوم رضا۔ فتح پور سیکر

انجمن گلشنِ بغداد کے زیر اہتمام ۲۵؍ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۵؍ اگست ۱۹۹۲ء بروز منگل بوقت ۱۰ بجے صبح مدرسہ اسلامیہ وزیر حاجی کے وسیع ہال میں بیادگار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان یوم رضا کا انعقاد کیا گیا بزم کا آغاز حافظ وقار احمد غوری نے تلاوتِ کلام پاک سے کیا اور مدرسہ کے نونہالان نے نعت و منقبت در شانِ احمد رضا پیش کیں بعدہٗ حضرت مولانا و قاری محمد شعیب اعظمی مصباحی نے اعلیٰ حضرت کی عبقری شخصیت پر بھرپور روشنی ڈالی اخیر میں حضرت مولانا حافظ امتیاز احمد صاحب صدیقی مدظلہ کے دعائیہ کلمات پر بزم پوری کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی اور شیرینی تقسیم کی گئی۔

المعلن:- مجسم حسین غوری بن عبدالشکور غوری
متعلم مدرسہ اسلامیہ وزیر حاجی۔ فتحپور ضلع سیکر۔ راجستھان

جشن رضا مدھوپور دیوگھر

۲۵؍ اگست ۹۲ء کو دارالعلوم سراج الاسلام کے وسیع و عریض ہال میں عرس اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی تقریبات بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منائی گئیں۔ بعد نماز ظہر تلاوت قرآن مجید و نعتیہ کلام کے بعد حضرت مولانا شہادت حسین فیضی صاحب ناظم اعلیٰ دارالعلوم ہٰذا نے کنز الایمان و فتاوی رضویہ شریف پر مختصر مگر جامع اور پر مغز تقریر فرمائی۔ شہر و دیہات کے علماء و عوام نے شرکت فرمائی۔ صلوٰۃ و سلام پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

محمد خورشید عالم رضوی مصباحی
خادم دارالعلوم سراج الاسلام۔ مدھوپور۔ دیوگھر۔ بہار

سنی اداروں کی خبریں

(ادارہ)

ادارۂ شرعیہ و سنّی دارالاشاعت سنبھل یوپی

جماعت اہلسنّت کے ممتاز عالم دین

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب اشرفی ابن مخدوم الملۃ حضرت علامہ مفتی حامد حسن صاحب قادری اشرفی (علیہ الرحمۃ) نے وقت کی اہم ضرورت اور حالاتِ حاضرہ کے صحیح تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۴ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ ایک عظیم الشان متحرک و فعّال تبلیغی، تعلیمی، اشاعتی، صنعتی ادارہ قائم کرنے کا عزم مصمم کیا اور اس کا نام **ادارۂ شرعیہ و سُنّی دارالاشاعت** متعین کرتے ہوئے اس کے اغراض و مقاصد کی صراحت فرمائی اور درج ذیل نقوش کی روشنی میں کام کرنے کا سلیقہ بخشا!

اغراض و مقاصد

- توحید باری تعالیٰ، منصب نبوت کی عظمت، صحابہ و اہلبیت کرام، نیز علماء ر شریعت و طریقت کی حرمت و تقدس کی پاسداری ہمارا بنیادی مقصد ہے۔
- بھارت کی وہ آبادی جہاں مسلمان اردو سے ناواقف اور مذہبِ اسلام کے بنیادی احکام و مسائل سے ناآشنا ہیں، محسن انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالیہ۔ اردو، ہندی اور انگلش میں بصورت کتاب و پوسٹر بذریعہ ڈاک ان کی خدمت میں پیش کرنا۔
- ملت اسلامیہ کے نوجوان طبقہ کو اسلام کی صداقت و حقانیت سے آگاہ کرنے کے لئے دینی، تاریخی، ادبی کتابوں کا فراہم کرنا اور حامد لائبریری قائم کرنا۔
- فی الوقت مدارس میں رائج طرز تعلیم سے، اعلیٰ طرز پر حفظ و تجوید اور جدید عربی جو ممالک اسلامیہ میں رائج ہے۔ نیز اردو، ہندی، انگلش کی تعلیم کا باضابطہ اہتمام کرنا۔
- شعبۂ صنعت و حرفت (ٹیکنیکل و انجینئرنگ) کا قیام عمل میں لانا۔
- موجودہ ضرورتوں کے پیش نظر دارالتصنیف کا قیام۔
- مکاتب اسلامیہ کے بچوں کے لئے سہل انداز میں دینی نصاب تعلیم مرتب کرنا اور مدارس اسلامیہ میں رائج کرنا **ادارۂ شرعیہ سنبھل** سے متعلق تمام شعبوں کے لئے مناسب عمارت علیحدہ علیحدہ تعمیر کرنا۔
- یہ ادارہ خالص دینی، تعلیمی، اشاعتی، صنعتی ہے سیاست حاضرہ سے نہ اس کا کوئی تعلق ہے اور نہ رہے گا!

ہماری کاوشوں کا ثمرہ اور خدمات کا جائزہ

تائید ربانی اور نصرت سرکار رسالت پناہی کے تصدق ہم نے نہایت قلیل مدت میں ادارہ ہٰذا کے لئے

- طویل و عریض اراضی چودھری سرائے سنبھل میں حاصل کرلی ہے ان شاء المولیٰ القدیر مستقبل قریب میں جشن تاسیس منایا جانے والا ہے۔
- ماہ رجب ۱۴۱۱ھ سے اب تک ہم نے شعبان المعظم، رمضان المبارک، عیدالاضحیٰ، ماہ محرم، عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم، طہارت، زکوٰۃ، صدقات، عشر وغیرہ کے فضائل و احکام نہایت جامع انداز میں اردو ہندی میں ہزاروں کی تعداد میں بصورت پوسٹر و کتب طبع کرائے اور مشرقی بنگال، اڑیسہ، آندھرا، تامل ناڈ، کرناٹک، گجرات، مہاراشٹر، راجستھان، مدھیہ پردیش، اترپردیش، دہلی پردیش کے اکثر و بیشتر شہروں، قصبات و دیہات میں بذریعہ ڈاک بلاقیمت روانہ کئے اور شہر سنبھل نیز مضافات میں بھی تقسیم کئے۔

ملک کے بیشتر مقامات سے ہمارے اس پروگرام کی ستائش و حوصلہ افزائی کے خطوط کا سلسلہ جاری ہے۔ اصحاب خیر سے تعاون کی درخواست ہے۔

رابطہ کا پتہ:۔ محمد سلیمان اشرف

ادارہ شرعیہ۔ کوٹ شرقی۔ سنبھل۔ مراد آباد۔ یو۔پی

الجامعۃ الرضویہ یوتعلی ناگپور کی پُرزور اپیل

ہمیں انتہائی مسرت ہے کہ دار العلوم امجدیہ ناگپور نے مزید ترقی کرکے دینی و دنیوی تعلیمی منصوبہ کے لئے ایک عظیم جامعہ کی تعمیر شروع کردی ہے جو اکتیس ۳۱ ایکڑ زمین پر پھیلی ہوگی جس کے لئے لاکھوں روپے درکار ہے۔ ہم برادران اہل سنت سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ الجامعۃ الرضویہ ناگپور کی اس تعمیر اور تعلیمی انتظامات کے لئے زیادہ سے زیادہ امداد کریں۔ اور اس کا پورا لحاظ رکھیں کہ یہ پلان قوم کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے۔

دستخط کنندگان:۔ (۱) حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ۔ (۲) حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی خادم افتاء اشرفیہ مبارکپور۔ (۳) حضرت علامہ مولانا ارشد القادری مہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء (نئی دہلی)

ناشر:۔ مہتمم دار العلوم امجدیہ کامٹی کھیت ناگپور

جامعہ اشرفیہ اظہار العلوم برہان پور۔ ایم۔پی

جامعہ اشرفیہ محتاج تعارف نہیں ہے۔ حضور الحاج پیر عبد الغفور بخش شاہ اشرفی نے اس کو اپنی زندگی میں بحکم حضور شیخ المشائخ سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قائم فرمایا۔ اور حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اس کی بنیاد رکھی گئی۔ ملک اور بیرون ملک کے طلبہ اس جامعہ سے استفادہ کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے اسلاف کی بہترین یادگار ہے۔ مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تمام مسلمانوں سے اور اہل سلسلہ اشرفیہ قادریہ سے پرخلوص گزارش ہے کہ اس کی امداد فرمائیں۔ اور صدقہ جاریہ کے مستحق ہوں۔ اللہ تعالیٰ اہل خیر حضرات کو زیادہ سے زیادہ اس جامعہ میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ دین کا زیادہ سے زیادہ کام ہو سکے۔

منجانب:۔ خادم دین عبد الرشید اشرفی
مہتمم جامعہ اشرفیہ۔ برہان پور۔ ایم پی

الجامعۃ الربانیہ اندور

ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ میں الجامعۃ الربانیہ کا تعلیمی افتتاح ہوا۔ پانچ مدرسین اور سو طلبہ تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں۔ اصحاب خیر نے بھرپور توجہ دی تو انشاء اللہ یہ ادارہ پورے اندور کے لئے سرمایۂ افتخار ثابت ہوگا۔ ہمیں مخلص مسلمانان اہلسنت کے گرانقدر تعاون کا انتظار ہے۔

اراکین:۔ الجامعۃ الربانیہ۔ ربانی اسٹیٹ۔ دھار روڈ۔ اندور۔ یو۔پی

مدرسہ نور مصطفیٰ دہلی

مسجد مصطفیٰ میں ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آچکا ہے اور درجہ حفظ و قرأت میں داخلہ کا آغاز ہوگیا ہے۔ لہٰذا تشنگان علوم قرآن سے گزارش ہے کہ جلد از جلد اپنے داخلے کرالیں۔ اور مخیر حضرات خصوصاً اہلسنت و جماعت سے پُرزور گزارش ہے کہ دہلی کی سرزمین کو دیکھتے ہوئے تعاون کے لئے توجہ فرمائیں اور اپنے مثبت مشوروں سے بھی نوازیں۔

محمد آصف قادری۔ خطیب و امام مسجد مصطفیٰ نیو ۸۰ پلاٹ
ویلکم سیلم پور۔ دہلی

مدرسہ شاہی مسجد میڑتا سٹی

مورخہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۹۲ء بروز شنبہ مبارکہ کو مدرسہ اہلسنت و جماعت حنفیہ رضویہ شاہی جامع مسجد میڑتا سٹی ضلع ناگور کے طلبہ و طالبات کا سالانہ امتحان ہوا فی الوقت طلبہ و طالبات کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

درجہ حفظ میں ۱۱ لڑکے لڑکیاں ہیں درجہ ناظرہ ۲۶ پارے والے ۳۰ یسرنا القرآن ۵۲ قاعدہ بغدادی ۳۱ جدید ۳۰ کل طلبہ و طالبات ۱۷۰ ہیں۔ سبھی بچے بچیاں حفظ و ناظرہ کے علاوہ اردو بھی پڑھتے لکھتے ہیں۔ اس مرتبہ ایک بچی مسماۃ شہربانو بنت شمیم احمد غوری نے قرآن پاک مکمل حفظ کرلیا ہے۔

درجۂ ناظرہ میں کلام پاک دیاریجات میں بھی طلبہ و طالبات کی حالت بہت عمدہ ہے روانی کے ساتھ خوب اچھی طرح پڑھتے ہیں۔ خاص طور پر صحت الفاظ کی طرف مدرسین حضرات نے توجہ فرمائی ہے اس کے علاوہ اردو، دینیات میں بھی طلبہ و طالبات کی مجموعی حالت بہت اچھی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ یہ سب حضرت علامہ مولانا محمد قاسم صاحب عثمانی خطیب جامع مسجد مذکور وان کے رفقاء کار کی بے لوث محنت کا ثمرہ ہے۔ اس موقع پر ہم جملہ ممتحنین و مدعوئین یہاں کی شاہی جامع مسجد کی انتظامیہ کمیٹی و متولی قاضی خورشید احمد صاحب کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اس ادارے کے منتظمین و مدرسین و طلبہ کو بہت بڑی دولت ملی ہے کہ اس علاقے کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک لڑکی حافظہ ہوئی ہے۔

منجانب:۔ علماء راجستھان

جشنِ امام احمد رضا۔ ٹنڈوا۔ بستی

۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۹۲ء کو دار العلوم نور العلوم ٹنڈوا کے وسیع و عریض صحن میں عرسِ رضوی کا انعقاد ہوا جس میں دار العلوم ہذا کے جملہ علماء کرام وطلبہ عظام نے تقریروں اور منقبتوں کے کے ذریعہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالی اور ان کی دینی وعلمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ بالخصوص دار العلوم ہذا کے شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق صاحب فیضی نے مجدد اعظم کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا۔

عبد الحیٔ دار العلوم اہلسنت نور العلوم ٹنڈوا بستی۔ یو۔ پی

جشن یوم رضا بائسی۔ پورنیہ

مورخہ ۲۵ صفر المظفر بروز منگل ۱۴۱۳ھ جنتا ہاٹ بائسی، پورنیہ میں زیر صدارت مولانا رحمت حسین کلیمی صاحب عرس رضوی منعقد ہوا۔ جس میں پورنیہ، کٹیہار اور کشن گنج کے عوام وخواص علماء کرام مفتیان عظام اور طلبائے اسلام نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ اور تقریری، تحریری اور منظوم خراج تحسین پیش کیا۔ جس میں قابلِ ذکر علماء کرام یہ ہیں۔ حضرت مفتی ایوب صاحب مظہر، حضرت مفتی حسن منظر قدیری۔ حضرت مولانا غلام یٰس صاحب رضوی۔ حضرت مولانا شاکر اصغر صاحب نوری۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب رضوی۔ حضرت مولانا نوشاد عالم صاحب رضوی۔ حضرت مولانا رغب حسین نوری۔ حضرت مولانا اکمل رضا قادری۔ اور پھر قل شریف ودعا خوانی پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

المعلن:۔ محمد آفتاب عالم مصباحی

صدر ادارہ افکار حق۔ بائسی۔ مدرس تنظیم المسلمین بائسی۔ پورنیہ۔ بہار

خانقاہ واصلیہ بریلی شریف میں آل انڈیا مفتی اعظم ہند سیمینار

۱۸ ستمبر ۱۹۹۲ء بعد نماز جمعہ۔ خانقاہ واصلیہ (آستانہ عالیہ حضرت پہلوان صاحب علیہ الرحمۃ) بریلی شریف میں۔ حضرت شاہ محمد رئیس میاں قادری نوری نے ایک ”آل انڈیا مفتی اعظم سیمینار“ کا انعقاد کرایا۔ حضرت سید شاہ یحییٰ احسن میاں مارہروی اور حضرت مولانا منان رضا خاں صاحب مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ سیمینار کی نظامت مولانا عبد النعیم عزیزی ریسرچ اسکالر نے کی۔ اس سیمینار میں مشاہیر علماء اور دانش وروں نے شرکت کر کے اپنے مقالات پیش کیے۔ مشاہیر مقالہ نگاروں کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب پورنوی مدرسہ سراج العلوم برگدہی۔ مہاراج گنج۔ یو۔ پی

۲۔ حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب مدرسہ قادریہ بدایوں شریف یو۔پی

۳۔ " " محمد یٰس اختر مصباحی مدیر حجاز جدید دہلی وبانی ومہتمم دار القلم دہلی

۴۔ حضرت مولانا غلام یحییٰ انجم ہمدرد یونیورسٹی دہلی

۵ " " مفتی محمد شمشاد حسین مدرسہ شمس العلوم بدایوں شریف۔ یو۔پی

۶۔ " " مولانا نوشاد عالم مدرسہ سراج العلوم (ریسرچ اسکالر) بہار یونیورسٹی

۷۔ حضرت مولانا مولانا محمود حسین بریلوی۔ بریلی کالج۔ بریلی

۸ " " عبد النعیم عزیزی ریسرچ اسکالر روہیل کھنڈ یونیورسٹی

۹۔ پروفیسر علاء الدین بریلی کالج۔ بریلی

۱۰۔ مرزا عبد الوحید بیگ بریلوی

۱۱۔ پروفیسر ڈاکٹر پی۔ پی سنگھ ٹی ایس سی پرنسپل بریلی کالج۔ بریلی

۱۲۔ ڈاکٹر بچن سنگھ مدیر ہندی روزنامہ ”دینک جاگرن“ بریلی

علاوہ ان مقالہ نگاروں کے اور بھی بیرونی وشہری مقالہ نگاروں نے مقالات پیش کیے۔

مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر نے بعنوان ”مفتی اعظم۔ مفتی اعظم کیا؟“ بہت ہی وقیع مقالہ پڑھا۔ مولانا یٰس اختر مصباحی اور مولانا غلام یحییٰ انجم، مولانا محمود حسین بریلوی، مولانا خواجہ مظفر حسین اور مولانا عبد النعیم عزیزی وغیرہ کے مقالات بھی پسند کیے گئے۔

اسی موقع پر ڈاکٹر پی۔ پی سنگھ کو بریلی کالج میں جدید عربی کا ڈپلوما کورس کھولنے پر مبارکباد کے ساتھ ساتھ انھیں ”واصلیہ ایوارڈ“ بھی دیا گیا۔ مولانا عبد النعیم عزیزی اور مرزا عبد الوحید بیگ کو مفتی اعظم کی شخصیات اور کارناموں کو کتابی شکل میں پیش کرنے پر ”نوری ایوارڈ“ دیے گئے۔

رئیس میاں قادری

خانقاہ واصلیہ بریلی شریف۔ یو۔ پی

راجستھان کے ریگستان میں علم و فضل کا ایک نخلستان

دار العلوم اسحاقیہ جودھپور

- مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین نعیمی کے اخلاص و ایثار اور محنت و کاوش کا ایک جیتا جاگتا نمونہ!
- علوم نقلیہ و عقلیہ کی تعلیم و تدریس اور تعلیماتِ اسلامی کی ترویج و اشاعت کا ایک باوقار مرکز!
- مسلکِ اہلسنّت و جماعت کے فروغ و بقا کی راہ میں قابلِ فخر تبلیغی خدمات انجام دینے والا ایک مضبوط ادارہ!
- طالبانِ علومِ نبوّت اور نونہالانِ قوم و ملّت کی علمی و اخلاقی تربیت کی ایک مثالی درس گاہ!

جو اپنی تعمیر و ترقی کی جانب شب و روز گامزن ہے۔

اصحاب ثروت اور اہلِ خیر سے مخلصانہ التماس ہے کہ وہ اس عظیم ادارہ کو مضبوط و مستحکم اور اس کے دائرۂ عمل کو وسیع تر بنانے کے لئے اپنا دستِ تعاون دراز کریں۔ اور اس صدقۂ جاریہ میں حسبِ استطاعت حصّہ لے کر ثوابِ دارین سے مالا مال ہوں۔

رابطہ کا پتہ

دار العلوم اسحاقیہ۔ جودھپور۔ راجستھان